دسویں قسط

میز پر رکھی سرد چائے خشک ہونٹوں کا انتظار کرتی اب بدمزا ہو چکی تھی۔۔۔

ٹینا بیگم کے چہرے پر بیزاری، کوفت اور جھنجھلاہٹ کا تاثر بہت گہرا تھا انہیں پتا چل گیا تھا کہ شہرزاد نے بہادر علی اور رشیدہ کے خاندان کو گھر میں نوکری دے دی ہے اور اسی وجہ سے وہ تپی ہوئیں تھیں۔۔۔

ان کے سامنے شہرزاد اپنے ازلی پرسکون انداز میں کھڑی ان کے صبر کا امتحان لے رہی تھی۔

"گھر میں سرونٹس کا مینا بازار لگانا ہے شیری۔۔۔" وہ بیزاری سے گویا ہوئیں۔

"مام، کیا فرق پڑتا ہے۔۔" وہ مسکرا کر مزید گویا ہوئی۔۔"ان لوگوں کو ضرورت ہے۔۔۔"

"میرا گھر ہے یہ کوئی رفاحی ادارہ نہیں۔۔۔" وہ ایک دم جل کر بولیں۔

"ویسے آپ کو اس پوائنٹ پر بھی کچھ سوچنا چاہیے، آپ افورڈ کر سکتی ہیں، ہو سکے تو بے سہارا اور غریب لوگوں کے لیے ایسا ادارہ ضرور بنائیں۔۔"شہرزاد نے معصومیت سے مشورہ دیا۔

"شٹ اپ شیری۔۔۔" وہ جھنجھلا گئیں۔

"کول ڈاؤن مام، آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ یہ فیملی فیوچر میں ہمارے کتنے کام آنے والی ہے۔۔"

"آخر ہیں یہ کون لوگ۔۔۔؟" وہ بیزاری سے گویا ہوئیں۔

"قدرت کا انتقام۔۔۔۔" اس کے معنی خیز انداز پر وہ چونکیں۔۔۔

"مطلب۔۔۔؟؟؟"

"آپ مطلب وطلب چھوڑیں، اور ریلیکس کریں۔

"دیکھو شیری جو بات ہے صاف صاف بتاؤ۔۔۔" وہ ہلکا سا کھٹک گئیں۔

"مام ایسا کچھ نہیں ہے، ضرورت مند لوگ ہیں، اور ان کی بیٹی کو آپ اپنے سیلون میں بھی لگا سکتی ہیں۔۔"

''پتا نہیں کیا کرتی پھر رہی ہو تم۔۔۔۔'' وہ مطمعن نہیں ہو رہی تھیں۔

سا ری باتوں کو چھوڑیں، لگتا ہے بہت دنوں سے آپ نے کوئی اچھا فیشل نہیں لیا، آج سپا بھی جائیں اور پلیز یوگا کی کلاسز بھی ریگولر لینا شروع کریں۔۔''

شہرزاد بڑی ذہانت سے انکی توجہ دوسری جانب مبذول کروا چکی تھی۔

''کیا، اسکن بہت ڈل لگ رہی ہے میری۔۔'' وہ فکرمند انداز میں ڈریسنگ کے شیشے کے سامنے جا کھڑی ہوئیں، شہرزاد کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی، وہ جانتی تھی کہ اب ٹینا بیگم کے اگلے کئی گھنٹے اپنی ڈینٹنگ پینٹنگ میں گذرے والے تھے، وہ اپنے معاملے میں حد درجہ کونشس تھیں اور گھنٹوں آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر خود کو ہر زاویئے سے دیکھتیں اور اس معاملے پر کوئی کمپرومائز کرنے کو تیار نہیں ہوتیں تھیں۔

''پچھلے دنوں ٹینشن بھی تو بہت رہی ہے رومی کی۔۔'' انہوں نے اپنے چہرے کی اسکن کو ہاتھ سے چھوتے ہوئے خود کو تسلی دی اور آنکھوں میں فکرمندی کا تاثر خاصا گہرا تھا۔۔

''رومی سے یاد آیا، کب تک اٹھے گی وہ۔۔؟'' شہرزاد بہن کے ذکر پر بے چین ہوئی۔

''سو رہی ہے وہ۔۔۔''

''لیکن مجھے بات کرنی ہے اس سے۔۔''

''پلیز شیری، صبح تک ڈسٹرب مت کرنا اسے، پتا نہیں کتنی راتوں کی جاگی ہوئی ہے وہ۔۔'' ٹینا بیگم کے لہجے سے چھلکتی ممتا اسے اچھی لگی۔

''ڈونٹ ووری، میں ایسا کچھ نہیں کرنے والی۔۔'' اس نے بھی ہتھیار ڈال دیئے، ورنہ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ رومی کو اٹھا کر اس سے گذشتہ دنوں کے ایک ایک منٹ کی تفصیل پوچھ لے۔ یہ سارا عرصہ اس ماں بیٹی نے کانٹوں پر گذارا تھا۔۔

''اوکے مام، پھر ملاقات ہوتی ہے، مجھے تھوڑا ایک کیس پر ورکنگ کرنی ہے۔

''ریشماں سے کہو، ان نئے آنے والے سرونٹس کو میرے پاس بھیجے۔ اب آ ہی گئے ہیں تو تھوڑا کام تو ذمے لگاؤں ان کے ۔۔'' ان کے انداز میں اگرچہ بیزاری تھی لیکن شہرزاد کافی حد تک پرسکون ہو گئی۔

اس نے رشیدہ بوا کو اچھی طرح سے سمجھا دیا تھا کہ وہ کسی بھی قیمت پر ٹینا بیگم کے سامنے میر حاکم کے خاندان کا نام نہ لے، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس خاندان کا نام سنتے ہی وہ بدک جائیں گی اور ان کو کبھی بھی ملازمت پر نہیں رکھیں گی۔ شہرزاد پر فائرنگ والے واقعے نے انہیں میر حاکم کی فیملی سے اچھا خاصا خوفزدہ کر دیا تھا، اگرچہ بعد میں شہرزاد نے بہت دفعہ ان کو سمجھانے کی

کوشش کی، لیکن وہ ان کے متعلق بات کرنا بھی پسند نہیں کرتی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سرد موسم نے انگڑائی لی۔۔۔

اور ملکہ کوہسار مری نے دیکھتے دیکھتے ہی برف کی چادر اوڑھ لی۔۔۔۔

برف کے سفید گالوں نے ہر چیز کو ڈھک دیا، ایسا لگتا تھا جیسے درختوں، عمارتوں اور سڑکوں پر کسی نے سپید رنگ کا چونا پھیر دیا ہو اور برفیلی ٹھنڈی یخ ہوائیں وہاں رہنے والے مکینوں کا ہر سال بھرپور ضبط اور حوصلہ آزماتی تھیں۔ وہ لوگ اس موسم کی سختیوں کے کافی حد تک عادی ہو چکے تھے۔

طوبیٰ گرما گرم سوپ کا پیالہ لیے کچن سے نکلی تو ٹھنڈ سے اسکا بُرا حال تھا۔ اگرچہ اس نے خود کو اچھی طرح سے کور کیا ہوا تھا لیکن مری کی ہواؤں کو برداشت کرنا طوبی کے لیے خاصا دشوار کن مرحلہ ہوتا تھا اور وہ اس موسم میں زیادہ تر اپنے کمبل میں ہی دبکی رہتی اور باقی لوگ اس کا اچھا خاصا مذاق اڑاتے تھے۔

''اُف سردی۔۔۔ لگتا ہے ہڈیوں میں ہی گھسی جا رہی ہے۔۔۔''

وہ شور مچاتے ہوئے اپنے کمرے میں داخل ہوئی، سوپ کا پیالہ سائیڈ میز پر رکھا اور اپنے ہاتھوں کو رگڑ کر سردی کا احساس کم کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

''خدا کا خوف کرو بیا، ہیٹر تک نہیں چلایا تم نے۔۔۔'' طوبیٰ نے بیزاری سے انابیہ کی طرف دیکھا۔

انابیہ بغیر کسی گرم شال اور سویٹر کے کسی بت کی طرح ساکت و جامد بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے نیم دراز تھی، اس کے بال کندھوں پر بکھرے ہوئے اور آنکھیں کسی مرئی نقطے پر جمی ہوئیں تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے کسی نے اس پر کوئی منتر پھونک دیا ہو۔

''پتا نہیں کس مٹی کی بنی ہوئی ہو تم۔۔۔ اور ادھر میری جان نکلی جا رہی ہے ٹھنڈ سے۔۔۔'' اس نے فوراً ہیٹر آن کیا۔

ہیٹر آن کرنے کے بعد اب وہ کمرے کی کھڑکیوں کے پردے برابر کر رہی تھی، سرد ہوائیں اللہ جانے کہاں سے اندر گھسی آ رہی تھیں۔ طوبی نے اس وقت بھاری بھرکم قسم کے کوٹ کے ساتھ اونی مفلر اوڑھ رکھا تھا لیکن اس کے باوجود ٹھنڈ کا احساس کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

''کیا ہوا ہے تمہیں، ایسے صم بکم ہو کر کیوں بیٹھی ہو، اٹھو یہ شال اوڑھو۔۔۔''

طوبیٰ، نے ایک گرم شال واڈروب سے نکال کر اسکے سامنے پھینکی، اور انابیہ نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ ہیٹر جلنے سے کمرے کا ٹمپریچر تھوڑا بہتر ہو گیا تھا اور طوبیٰ کو بھی اپنا سانس بحال ہوتا ہوا محسوس ہوا۔ طوبیٰ نے ڈرائی فروٹ کا جار

اٹھایا اور کمبل میں گھس گئی۔۔۔

''محکمہ موسمیات نے پیش گوئی کی ہے اگلا پورا ہفتہ مری میں برف باری ہو گی۔۔''اس نے خاموش بیٹھی انابیہ کی معلومات میں اضافہ کیا۔۔

''ہوں۔۔۔''انابیہ نے ہلکا سا ہنکارا بھرا۔

''کیا گونگے کا گڑ کھا کر بیٹھی ہو، کیا ہوا ہے تمہیں۔۔؟طوبیٰ اس کی مسلسل خاموشی سے اچھا خاصا چڑ گئی۔

''کچھ نہیں ہوا، اور تم نے عشاء کی نماز نہیں پڑھنی۔۔۔''انابیہ نے اسے بستر میں گھستے دیکھ کر سنجیدگی سے پوچھا۔

''یار بیا ٹھنڈ بہت ہے۔۔۔''وہ شرمندگی سے گویا ہوئی، بیا نے ایک سرد نگاہ اس پر ڈالی اور بیڈ سے اتری۔''بہت افسوس کی بات ہے۔۔''

''اچھا ناں پڑھتی ہوں۔۔۔''اس نے سستی سے جمائی لیتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔''تم کہاں جا رہی ہو اس وقت۔۔۔؟''

''وضو کرنے۔۔۔۔''انابیہ نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

''اچھا یار میں بھی پڑھ لوں، ورنہ اللہ میاں سے بہت ڈنڈے پڑیں گے۔۔۔''

طوبیٰ نے بھی کمبل جھٹکے سے اتارا اور گرم پانی سے وضو کر کے واپس کمرے میں آئی تو انابیہ نماز پڑھنے میں مصروف تھی، اس نے غور سے اپنی بہن کا چہرہ جانچا، اس پر محسوس کی جانے والی رنجیدگی کی ایک گہری تہہ تھی طوبی کے دل کو کچھ ہوا۔۔۔

''کیا بیا اور درشہوار کے درمیان کوئی جھگڑا ہوا ہے۔۔؟''اس نے جائے نماز بچھاتے ہوئے دل ہی دل میں سوچا اور پھر سر جھٹک کر نماز کی طرف متوجہ ہو گئی، سلام پھیرتے ہوئے اسکی نظریں ایک دفعہ پھر بیا کے چہرے پر اٹک گئیں۔وہ اس وقت آنکھیں بند کیے دعا مانگنے میں مصروف تھی اور دعا کا دورانیہ طویل سے طویل تر ہوتا جا رہا تھا۔

''کیا ہوا ہے بیا کو، لگتا ہے درشہوار کو ہی کھنگالنا پڑے گا، پھر ہی اصل بات پتا چلے گی۔۔''وہ کمرے سے نکلی اسکے قدم اب درشہوار کے روم کی طرف بڑھ رہے تھے، سامنے سے آتا شاہ میر اسکی طرف دیکھ کر مسکرایا اور طوبی کا دل بھی یکبارگی دھڑکا۔دونوں کے تعلقات کچھ بہتر ہو چکے تھے شاہ میر نے شرارت سے اسے سلیوٹ کیا، وہ گھبرا کر دائیں بائیں دیکھنے لگی، اس وقت میر ہاؤس کے سبھی مکین اپنے اپنے کمروں میں دبکے بیٹھے تھے۔۔

''یہ تم کیا بھالو بنی گھوم رہی ہو۔۔۔؟''اس نے شرارتی انداز سے اسکے بھاری بھر کم وزنی کوٹ اور شال پر تبصرہ کیا

''کیا واقعی بھالو لگ رہی ہوں۔۔۔۔''اسکے ایکدم پریشان ہونے پر وہ ہنسا۔۔

''یار تم لڑکیاں کتنی کونشس ہوتی ہوں اپنی لک کے بارے میں، بس کر دو، تم ہر حال میں ہی اچھی لگتی ہو مجھے۔۔''

''تو پھر کیا ضرورت ہے ایسی فضول باتیں کرنے کی، پہلے ہی سردی نے مت مار رکھی ہے۔۔''

''اگر زیادہ ٹھنڈ لگ رہی ہے تو یہ بھی پہن لو۔۔''اس نے اپنے ہاتھوں سے لیدر کے دستانے اتار کر طوبی کی طرف بڑھائے

۔

''تھینک یو۔۔۔ میرے پاس ہیں روم میں۔۔''وہ اسکی گہری نظروں کے ارتکاز سے ہلکا سا گھبرائی۔

''لیکن ان میں میرے ہاتھوں کی حدت تو نہیں ہو گی۔۔''شاہ میر کا ذو معنی انداز طوبی کے چھکے چھڑا گیا۔

''فضول باتیں کروالو جتنی مرضی۔۔۔''

''اچھا پھر سنجیدہ اور اخلاقی باتیں تم کرلو، میں خاموش ہو کر سن لیتا ہوں۔۔''وہ شرارت سے مسکرایا۔

''یہ بتاؤ شاہ میر، کل بڑی امّی نے کچھ کہا تو نہیں تھا جب۔۔۔؟''وہ ہلکا سا جھجک کر رک گئی، وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کا اشارہ اس واقعے کی طرف ہے جب تاجدار بیگم نے دونوں کو ایک ساتھ رنگے ہاتھوں پکڑا تھا۔

''کیا۔۔؟ کس چیز کے بارے میں پوچھ رہی ہو۔''وہ انجان بن کر مسکرایا اور دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر اسے گہری نظروں سے دیکھنے لگا، اس لڑکی کا لڑنا، جھگڑنا، رونا ہنسنا، ہر چیز ہی اسے ایک خوبصورت ادا لگتی تھی۔

''جیسے تمہیں تو پتا ہی نہیں ہے کہ میں کیا پوچھ رہی ہوں۔۔''وہ اپنے ازلی مخصوص انداز میں چڑ کر بولی۔

''پوچھ رہیں تھیں تمہارے اور طوبی کے درمیان کیا چل رہا ہے۔۔''وہ شوخ لہجے میں گویا ہوا، طوبی نے بوکھلا کر اسکی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''تو تم نے کیا کہا ان سے۔۔؟''وہ پریشان ہوئی۔۔

''میں نے کہا پیاری ماں ہم دونوں کے درمیان ''پیار''کا سلسلہ چل رہا ہے۔۔۔''اسکے لہجے میں شرارت ٹپک رہی تھی۔

''اور اسکے بعد انہوں نے لعن طعن کا سلسلہ شروع نہیں کیا۔۔؟''طوبی نے طنز کیا۔

''نہیں انہوں نے تو کہا بیٹا، شاباش لگے رہو، کبھی نہ کبھی تو خشک پتھروں سے چشمہ پھوٹ ہی جائے گا۔۔''وہ غیر سنجیدگی سے گویا ہوا۔

''تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔۔''وہ جھنجھلا کر درشہوار کے کمرے کی طرف بڑھی، شاہ میر نے ایک دم جھٹکے سے اسکا بازو پکڑ لیا، وہ بوکھلا گئی۔

''یہ کیا کر رہے ہو شاہ میر، کوئی آجائے گا۔۔''وہ گھبرائی۔۔

''میں کسی سے ڈرتا تھوڑی ہوں۔۔۔'' اسکی بوکھلاہٹ شاہ میر کو لطف دے رہی تھی۔

''پاگل ہو گئے ہو کیا۔۔'' طوبی نے جھٹکے سے اپنا بازو چھڑانے کی کوشش کی۔

اسی لمحے ارسل کے کمرے کا دروازہ کھلا اور اس نے باہر جھانکا، وہ سامنے کا منظر دیکھ چکا تھا۔ شاہ میر نے مسکرا کر طوبی کا بازو چھوڑ دیا لیکن اسے ارسل کی طرف سے کوئی ٹینشن نہیں تھی کیونکہ وہ طوبیٰ کے بارے میں اس کے جذبات سے اچھی طرح آگاہ تھا اور دونوں میں خاصی دوستی تھی۔

''ہاں بھئی ارسل کیسے ہو، میں نے تو سنا تھا کسی اعتکاف شکاف میں بیٹھ گئے ہو تم۔۔'' شاہ میر نے اس کے غائب ہونے پر طنز کرتے ہوئے اسے آگے بڑھ کر گلے لگایا، وہ دونوں آپس میں کزن ہونے کے ساتھ ساتھ بیسٹ فرینڈ بھی تھے

''اعتکاف پر نہیں بیٹھا، چلہ کاٹ رہا تھا طوبیٰ کی فرمائش پر۔۔۔'' ارسل بھی کون سا کسی سے کم تھا۔۔

''چلہ۔۔۔؟؟؟ کس چیز کا۔۔۔؟؟؟'' شاہ میر حیران ہوا۔

''تمہارے سدھرنے کا۔۔۔'' ارسل کے بے ساختہ انداز پر شاہ میر قہقہہ لگا کر ہنسا۔

''بہت خبیث ہو تم، میں ذرا چینج کر کے آتا ہوں، پھر مال روڈ چلتے ہیں کافی پینے۔۔۔''

شاہ میر مسکراتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا، تو ارسل بھی اپنے جیکٹ اور مفلر اٹھانے کے لیے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

☆☆☆☆☆☆

رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا۔۔۔ تیز طوفانی بارش کے ساتھ آنے والی منہ زور ہواؤں کے زور سے شہر زاد کے کمرے کی کھڑکیوں کے پٹ جھٹکے سے کھلے۔۔۔ کمرے میں ہلکا سا دھماکہ ہوا اور شہر زاد ایک دم ہڑبڑا کر جاگی۔۔۔

اس کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئیں۔ زیرو واٹ کے بلب کی روشنی میں سامنے کا منظر دیکھ کر وہ تھوڑا پرسکون ہوئی۔ کھڑکیوں کے پٹ کھلنے کی وجہ سے ٹھنڈ کا ایک طوفان کمرے میں گھس آیا تھا۔۔۔

وہ ایک لمبی سی جمائی لے کر سستی سے اٹھی اور جیسے ہی کھڑکیوں کے پاس پہنچی، بارش کی ہلکی سی بوچھاڑ نے اس پر کپکپی طاری کر دی، اس نے سرعت سے کھڑکیاں بند کر کے مخمل کے بھاری پردے آگے کیے۔ اس ساری مشقت میں اسکی آنکھوں کی نیند بالکل غائب ہو چکی تھی۔

سست انداز میں وہ بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی اور بلا ارادہ ہی اسکی نظر میز پر رکھے لیپ ٹاپ اور فائلوں کے ڈھیر پر پڑی جو وہ آفس سے گھر کام کرنے کے لیے لائی تھی اور ساری شام اس نے اسی پر ہی صرف کی تھی۔

وہ آجکل مسز قریشی کی خصوصی فرمائش پر کسی مشہور سیاستدان تجمل حسین کی کسی حکومتی محکمے میں کی جانے والی کرپشن پر کام کر رہی تھی، اور کل اس کیس کی فائنل ہیرنگ تھی اور وہ مکمل تیاری کے ساتھ جانا چاہ رہی تھی۔

''مجھے ایک دفعہ پھر اپنے فائنل نوٹس دیکھ لینے چاہیے۔۔۔'' اس سوچ نے اس کے اندر چستی کا احساس پیدا کیا۔

وہ منہ ہاتھ دھو کر فریش ہوئی اور کافی بنانے کے لیے اپنے کمرے سے نکل آئی، رومی کے کمرے کے سامنے سے گذرتے ہوئے اسکے پاؤں کچھ سست ہوئے، اس نے کچھ سوچ کر اس کے کمرے کا ہینڈل گھمایا، دروازہ اندر سے لاک نہیں تھا اس لیے فورا کھل گیا۔۔

شہر زاد دبے قدموں اندر داخل ہوئی، سامنے رومیصہ اپنے بیڈ پر بے ترتیب انداز میں سکڑی ہوئی گہری نیند سو رہی تھی اور اس نے اپنا ایک تکیہ بازوں میں مضبوطی سے اس طرح جکڑا ہوا تھا۔ اس کے بال بکھرے ہوئے اور آنکھوں کے نیچے گہرے حلقے تھے۔۔۔

شہر زاد کے دل پر گھونسا سا پڑا۔ وہ آہستگی سے چلتی ہوئی رومی کے بالکل پاس آ کر بیٹھ گئی اور اس کا دل دکھ کے گہرے احساس سے بھر گیا، وہ جانتی تھی کہ اس کی بہن ان چند دنوں میں اپنے ساتھ صدیوں کی تھکن سمیٹ لائی تھی۔

اسے پہلی دفعہ احساس ہوا ''بروکن فیملیز کے بچوں کا دکھ وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس نے خود ننگے پاؤں اس مسافت کو طے کیا ہو۔ جس نے دونوں ماں باپ کے ہوتے ہوئے بھی قطرہ قطرہ تنہائی کا زہر پیا ہو، جس کے دامن میں صرف محرومیوں کے سکّے ہوں۔ وہ جان گئی تھی کہ جن کے حصّے میں ہمیشہ آدھا سورج آیا ہو ان کا پورا دکھ کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا۔۔۔''

شہر زاد نے ہلکا سا جھجک کر اس کے بے رونق چہرے سے بال ہٹانے کی کوشش کی، اسکے لمس کو محسوس کر کے رومیصہ ایکدم ہڑبڑا کر اٹھی، اس کا چہرہ خوف کے احساس سے زرد ہو گیا۔ اسکی آنکھوں میں اس قدر وحشت تھی کہ ایک لمحے کو شہر زاد کو بھی اپنا دل سکڑتا ہوا محسوس ہوا۔

''رومی، میری جان، یہ میں ہوں شیری، تمہاری بہن۔۔۔!!!''

''شیری۔۔۔؟؟؟'' رومیصہ کا تنفس بحال ہوا اور اسکی آنکھوں میں شناسائی کے رنگ ابھرے اور اگلے ہی پل وہ شیری کے ساتھ لپٹ گئی اور دھواں دھار انداز میں رونے لگی، اسکا سارا وجود ہچکیوں کی زد میں تھا، وہ اس قدر شدت سے رو رہی تھی کہ شہر زاد کو لگا جیسے اس کا کلیجہ پھٹ جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

در شہوار کے کمرے کا ماحول خاصا گرم تھا۔۔

آتش دان سلگ رہا تھا اور وہ کارپٹ پر رکھے فلور کشن پر بیٹھی ہوئی تھی، اور اس نے دیوار کے ساتھ ٹیک لگا رکھی تھی اس کے قدموں میں چیتا پرنٹ والا کمبل پڑا ہوا تھا اور وہ اس وقت گود میں رکھے ہوئے لیپ ٹاپ پر اپنی اور مناہل کی کنسرٹ کی تصویریں دیکھنے میں مگن تھی۔

اچانک اس کے کمرے کا دروازہ دھڑ کر کے کھلا اور در شہوار کا دل دھک کر کے رہ گیا، سامنے طوبیٰ کو دیکھ کر اس کا سانس بحال ہوا۔

''تم انسانوں کی طرح اندر نہیں آسکتی ہو کیا۔۔؟'' در شہوار نے بیزاری سے لیپ ٹاپ بند کیا۔

''نہیں۔۔۔۔'' وہ دھپ کر کے اس کے برابر میں رکھے کشن پر بیٹھ گئی اور اپنا غیر ہموار سانس درست کرنے لگی۔

''میراتھن ریس میں حصّہ لے کر آ رہی ہو کیا۔۔؟''

''ہاں، تمہارے بغیر مزا نہیں آ رہا تھا، سوچا تمہیں بھی انوائیٹ کر لوں۔۔۔'' طوبیٰ نے بھی جوابی وار کیا۔

''سوری، میں کسی لڑکے ساتھ گھر سے تو بھاگ سکتی ہوں لیکن کسی ریس میں حصّہ نہیں لے سکتی۔۔۔'' در شہوار نے سائیڈ پر رکھی مونگ پھلیوں سے بھری ہوئی پلیٹ اٹھا کر اپنی گود میں رکھی۔

''تم سے مجھے اسی واہیات کام کی توقع تھی۔۔۔'' طوبیٰ نے منہ بنا کر مونگ پھلی چھیلنا شروع کر دی۔

''لو اب بندہ اکیلے سڑکوں پر بھاگتا ہوا اچھا لگتا ہے کیا۔ ذرا تصور کرو۔۔'' در شہوار شوخی کے موڈ میں تھی۔

''سب باتوں کو چھوڑو، یہ بتاؤ، بیا سے تمہارا کوئی جھگڑا ہوا ہے کیا۔۔؟''

''میں نے تو ان کی شکل ہی آج دیکھی ہے اتنے دنوں کے بعد۔۔۔''

''لیکن تم پر کس بات کا غصّہ ہے انہیں۔۔۔۔'' طوبیٰ نے الجھ کر اسکا چہرہ دیکھا۔

''بھئی نند اور بھابھی والی ازلی رقابت ہو گی۔۔۔۔'' در شہوار نے بات کو چٹکیوں میں اڑایا۔

''سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بیا کا مزاج ہے ہی نہیں ایسا۔۔۔'' طوبیٰ نے فوراً بہن کا دفاع کیا۔

''پھر تم خود بتاؤ، کتنے رف انداز میں انہوں نے تمہارے سامنے مجھ سے بات کی تھی، حالانکہ میں نے تو انہیں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔۔''

''لیکن کچھ نہ کچھ تو ہوا ہے، وہ اتنا زیادہ ڈسٹرب کسی عام بات پر نہیں ہو سکتیں۔''

''اب مجھے کیا پتا ان کے دل و دماغ میں کیا چل رہا ہے۔۔۔'' در شہوار بیزاری سے گویا ہوئی

''کہیں برہان بھائی کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں ہوا ان کا۔۔'' طوبیٰ کی بات پر در شہوار اچھلی اسے شام کا منظر یاد آیا۔

''اوہ ہاں، آج شام میں جب میں اور ہانی بھیا واپس آئے تھے تو ان دونوں کی ٹی وی لاؤنج میں ایک ہلکی سی جھڑپ ہوئی تھی
۔''

''اوہ آئی سی۔ تو پھر یہ بتاؤ ناں، خوامخواہ سے رنگ برنگی باتیں کیے جا رہی ہو۔۔'' طوبیٰ کے ساتھ ساتھ درشہوار خود بھی کچھ پر سکون ہوئی۔

''لگتا ہے اسی بات کا غصّہ اتارا ہے انہوں نے مجھ پر۔۔''

''ہاں اب تو مجھے بھی یہی لگ رہا ہے۔۔'' طوبی تھوڑا مطمئن ہوئی۔

'اب بندہ پوچھے بھلا اس میں میرا کیا قصور ہے۔؟'' درشہوار نے معصومیت کی انتہا کر دی۔

''ویسے تو اس گھر کے ہر معاملے میں تمہارا ہی کوئی نہ کوئی قصور ہوتا ہے، لیکن۔۔۔ طوبیٰ شرارت سے رکی۔

''لیکن کیا۔۔؟؟؟؟'' درشہوار نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

''اس دفعہ تمہاری مظلومیت مجھے بھی کسی شک و شبے سے بالاتر ہی لگ رہی ہے۔۔''طوبی کے شرارتی انداز پر درشہوار نے ایک زوردار جھانپڑ اس کے
کندھے پر رسید کیا تو ڈھٹائی سے ہنسنے لگی۔۔

''کیسا رہا تمہارا اسلام آباد کا ٹرپ۔۔؟''طوبی نے اپنا کندھا سہلاتے ہوئے منہ بنا کر پوچھا۔

''ٹرپ تو زبردست تھا، فارحہ بھابھی نے کافی شاپنگ کروائی مجھے۔۔'' درشہوار کی آنکھیں چمکیں۔

''میرے لیے کیا لائی ہو۔۔؟''طوبی بے تاب ہوئی۔۔

''بہت قیمتی تحفہ۔۔'' درشہوار نے شرارت سے آنکھیں مٹکائیں۔۔۔

''اچھا۔۔ وہ کیا۔۔؟؟؟'' اس نے بے تاب لہجے میں پوچھا۔

''دعائیں۔۔۔'' درشہوار نے اس کے ارمانوں پر اوس ڈالی۔

''سنبھال کر رکھو اپنی بے سوادی دعائیں۔۔'' وہ تڑپ کر مزید بولی۔''جب میں جاؤں گی ناں کہیں، تو ٹکے کی بھی چیز نہیں لاؤں گی تمہارے لیے۔۔''

طوبیٰ سچ مچ اس سے خفا ہو گئی اور وہ مسکراتے ہوئے اپنی واڈروب سے ساری شاپنگ نکالنے لگی کیونکہ اسے علم تھا کہ وہ خواہ کتنی ہی ناراض کیوں نہ ہو لیکن اسکی سب چیزوں کا پوسٹ مارٹم کیے بغیر کمرے سے نہیں ہلے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہاج میر کو آج نور محل میں سخت گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔۔۔

آج شام ہی ان کی داجی کے ساتھ میر ہاؤس سے واپسی ہوئی تھی اور چونکہ وہ الرجی اور ایستھما کے پیشنٹ تھے اور سردیوں میں ان کی تکلیف میں مزید اضافہ ہو جاتا، مری سے واپسی پر ہی چھینکوں کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ ابھی تک جاری تھا۔

ان کی آنکھوں سے مسلسل پانی بہہ رہا تھا اور گلے میں بھی اچھی خاصی خراش محسوس ہو رہی تھی۔

''آپ کو جانا ہی نہیں چاہیے تھا مری۔۔۔''فارحہ نے گرین ٹی کا کپ ان کی طرف بڑھاتے ہوئے محتاط انداز میں کہا۔اپنے شوہر کی خرابی طبیعت نے انہیں اچھا خاصا پریشان کر رکھا تھا لیکن وہاج کو ان کی پریشانی کا قطعاً بھی احساس نہیں تھا۔

''ماں باپ ہیں وہاں میرے اور اتفاق سے زندہ بھی ہیں۔۔۔''ان کی طرف سے حسب معمول جلا کٹا ہی جواب آیا۔

''میرا یہ مطلب نہیں تھا۔۔۔''فارحہ گھبرا گئیں، میر وہاج کی شعلہ صفت طبیعت ان کے ہاتھ پیر پھلائے رکھتی تھی۔''میں تو آپ کی طبیعت کی وجہ سے کہہ رہی ہوں، اب دیکھیں ناں کتنی بُری حالت ہو رہی ہے آپ کی۔۔۔''

''تم میری حالت کو چھوڑو اور یہ کھڑکیاں کھول کر پردے ہٹاؤ۔۔''وہاج کی اگلی فرمائش نے انہیں ہکا بکا کیا۔

''باہر شدید سردی ہے وہاج۔۔۔''وہ پریشان ہوئیں۔

''اور مجھے اندر گھٹن کا احساس ہو رہا ہے۔۔۔''انہوں نے بیزاری سے اپنا سینہ مسلا۔

فارحہ فکر مند انداز میں ان کی طرف بڑھیں، جلدی سے ان کا ماتھا چھو کر دیکھا تو وہ خاصا سرد تھا۔اس کے ہاتھ کے لمس کو محسوس کر کے وہاج نے آنکھیں کھولیں تو ان میں موجود سرخی اور وحشت دیکھ کر وہ گھبرا گئیں۔

''شکر ہے بخار تو نہیں ہے آپ کو۔۔۔''

''تم اپنی ڈاکٹری جھاڑنا بند کرو اور کمرے کی کھڑکیاں کھولو۔۔''

''وہاج آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی، باہر بہت ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔

''جاہل عورت، میں کہہ رہا ہوں کہ مجھے گھٹن کا احساس ہو رہا ہے، اور تم مجھے آگے سے موسم کا حال سنا رہی ہو۔۔''وہ اپنا ضبط کھو بیٹھے۔۔۔

''اچھا، اچھا میں کھول دیتی ہوں۔۔''انہوں نے جیسے ہی کھڑکی کھولی، سرد ہواؤں کا طوفان کمرے میں گھس آیا، اور ان پر کپکپی سی طاری ہو گئی۔

''اُف۔۔۔!!!!''وہاج نے منہ کھول کر ایک لمبا سانس لیا اور تازہ ہوا کو پھیپھڑوں میں بھرنے کی کوشش کی جو انہیں خاصی مہنگی پڑی۔ان کا کچھ دیر پہلے چھینکوں کا رکا ہوا سلسلہ شروع ہوا اور اس کے ساتھ ہی انہیں کھانسی کا ایک طویل دورہ پڑا۔۔

''اوہ میرے خدایا۔۔۔''فارحہ نے گھبرا کر ان کی کمر کو سہلایا۔۔

وہاج کی حالت ایک دم ہی بگڑ گئی، ان کی ناک میں خراش بڑھ گئی اور اس کے ساتھ ہی سانس لینے میں بھی دقت کا سامنا ہونے لگا، دیکھتے ہی دیکھتے ان کا نظام تنفس بگڑ کر رہ گیا۔

''میرا ان ہیلر لاؤ۔۔'' وہ کھانسی کے درمیان بمشکل بولے تو فارحہ نے سائیڈ میز پر رکھا ان کا ان ہیلیر نکال کر ان کی طرف بڑھایا اور وہ جلدی سے اپنی ناک اور منہ سے لگا کر لمبے لمبے سانس لینے لگے۔ کچھ لمحوں کی مشقت کے بعد ان کی طبعیت کچھ بحال ہوئی۔۔

''کھڑکی بند کر دو پلیز۔۔۔''ان کا دماغ ٹھکانے آ چکا تھا، فارحہ نے خاموشی سے جا کر کھڑکی بند کر کے پردہ آگے کر دیا۔

''توبہ ہے، سانس لینا ہی محال ہو گیا تھا۔۔'' وہ اب اپنی اینٹی الرجک میڈیسن کھا رہے تھے۔۔

''پتا تو ہے آپکو سردی کا موسم راس نہیں ہے۔۔۔''

''مجھے تو لگتا ہے کوئی بھی چیز راس نہیں ہے، نہ جانے کس کی بددعا کے اثر میں ہوں۔۔'' وہ ڈیپریشن کی انتہاء پر تھے۔۔

''آپ کو کوئی کیوں دے گا بددعائیں، آپ نے کس کے ساتھ بُرا کیا ہے۔۔۔''فارحہ ان کے پاس بیٹھ کر نرمی سے ان کا ہاتھ پکڑ کر سہلانے لگیں۔

''سب سے زیادہ تو تم ہی دیتی ہونگیں۔۔''ان کے انداز میں تلخی تھی یا سادگی، فارحہ سمجھ نہیں پائیں۔

''اللہ نہ کرے، میں کیوں کروں گی ایسا، میرا آپ کے علاوہ ہے ہی کون۔۔''؟

''جانتا ہوں میں، اگر تمہارا بھی کوئی والی وارث ہوتا تو کب کی مجھے چھوڑ کر جا چکی ہوتیں۔۔''انہوں نے بیڈ کی بیک سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔

''پتا نہیں آپ مجھ سے اتنا بدگمان کیوں رہتے ہیں۔۔۔؟''وہ اداس ہوئیں۔

''مجھے تو خود سمجھ نہیں آتی کہ زندگی سے سکھ اور چین کیوں ختم ہو گیا ہے، ہر وقت کوئی نہ کوئی دھڑکا لگا رہتا ہے، ایسا لگتا ہے کوئی آسیب میرے تعاقب میں ہے''

وہ تھکے تھکے انداز میں بولتے ہوئے اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہے تھے۔۔۔

''آپ صدقہ کیوں نہیں دیتے اپنا۔۔۔''فارحہ نے خلوص نیت سے مشورہ دیا۔۔

''اس سے کیا ہو گا۔۔۔؟''انہوں نے استہزایہ انداز میں پوچھا۔۔۔

''صدقہ سو بلاؤں کو ٹالتا ہے۔۔''فارحہ نے سادگی سے کہا۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

''کیوں تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں نے کوئی گناہ کیا ہے۔۔۔'' ان کے اندر کا چور مچل کر باہر نکل آیا۔۔۔

''استغفر اللہ، میں نے ایسا کب کہا، صدقہ اور خیرات کسی گناہ کا اثر زائل کرنے کے لیے کیے جاتے ہیں۔۔۔'' فارحہ بھی بُرا مان گئیں۔

''اچھا، اچھا ٹھیک ہے جو بہتر لگے کر لو، بلکہ کوئی خیرات شیرات ہی کروالو نور محل میں۔۔۔'' خلاف توقع وہ مان گئے۔

''خیرات کے لیے تو خاصے انتظامات کرنے ہونگے۔۔۔۔''

''پیسوں کی کمی تھوڑا ہے میر ہاؤس کے مکینوں کو۔۔۔'' وہاج کی طرف سے حسب عادت الٹا ہی جواب آیا۔

''بات پیسوں کی نہیں ملازمین کی ہے، یہاں سے بھی شفیق چچا کے گھر والوں کو بلوا لیا گیا ہے مری میں۔۔'' فارحہ کو اپنا تازہ ترین دکھ یاد آیا۔

''وہاں بھی تو خاصا مسئلہ ہو رہا تھا۔۔'' انہوں نے سرسری انداز میں جواب دیا۔

''کچھ پتا چلا بہادر علی اور صندل کا خاندان کیوں گھر چھوڑ کر گیا ہے۔۔۔'' فارحہ نے ان کی دکھتی ہوئی رگ پر انجانے میں ہاتھ رکھ دیا۔

''مجھے کیا پتا، میں ان کا پرسنل اسسٹنٹ تھوڑا لگا ہوا ہوں، یا مجھ سے مشورہ کر کے گئے ہیں وہ لوگ۔۔۔؟۔'' وہاج کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

''میں نے تو یونہی ایک بات کی تھی۔۔۔۔'' فارحہ نے گھبرا کر وضاحت دی۔

''جتنی عقل ہو گی، ویسی ہی بات کرو گی ناں۔۔'' ان کا موڈ ابھی تک خراب تھا۔۔'' ملازم چاہیے ناں، مل جائیں گے تمہیں بھی، اب جا کر مجھے سوپ بنا کر دو بھوک لگ رہی ہے۔۔۔''

''ساتھ ایک دو انڈے بھی بوائل کر دوں۔۔۔'' فارحہ نے اٹھتے ہوئے پوچھا تو وہاج نے بیزاری سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

صبح ساڑھے چھ بجے کے قریب شہر زاد کی آنکھ کھلی۔ اس نے اٹھتے ہی اپنے کمرے کی دیوار گیر کھڑکی کا پردہ ہٹایا تو سامنے کا منظر دیکھ کر مبہوت رہ گئی۔ ملگجی سی روشنی میں ہوا کی سرسراہٹ کے ساتھ زرد اور نارنجی پتے ٹیرس پر یوں گر رہے تھے جیسے کوئی دھیمے سروں میں سرگوشی کر رہا ہو۔۔۔

رات والی بارش رک چکی تھی اور فضاؤں میں چاروں طرف گہری دھند کا راج تھا۔ وہ واش روم سے فریش ہو کر نکلی اور اپنا ٹاول کرسی پر پھینکا۔ اس کی بیڈ ٹی ملازمہ نہ جانے کب سائیڈ میز پر رکھ کر چلی گئی تھی۔

اس پر جمی سیاہ رنگ کی ملائی کی تہہ سے نظریں چرا کر وہ جوگرز کے تسمے باندھنے لگی۔ جوگنگ اور ایکسرسائز دو ایسی چیزیں تھیں جن کے بغیر شہر زاد کی زندگی ادھوری تھی۔ بہت کم اس کے اس معمول میں تعطل آتا تھا۔

گذشتہ رات اس نے کئی گھنٹے رومیصہ کے ساتھ جاگ کر گذارے تھے، وہ اسے فارم ہاؤس میں گذرے ہوئے دنوں کی روداد سنا رہی تھی جسے سن کر شہر زاد کو کم از کم یہ احساس ہو گیا تھا کہ اسے اغوا کرنے والے لوگوں میں کچھ نہ کچھ انسانیت ضرور تھی۔

رات تین ساڑھے بجے کے قریب وہ اپنے کمرے میں آکر سو گئی تھی اور اب چند گھنٹوں کی نیند نے اسے خاصا فریش کر دیا تھا۔

وہ اپنا ٹریک سوٹ پہنے تیزی سے سیڑھیاں اتر کر نیچے آئی تو سامنے نئی ملازمہ رشیدہ بیڈ ٹی کا خالی کپ لیے ٹینا بیگم کے کمرے سے نکل رہی تھی، اس نے صبح ہوتے ہی اپنی ذمے داریاں سنبھال لی تھیں۔

''السلام علیکم۔۔۔''رشیدہ بوا نے اسے دیکھتے ہی سلام جھاڑا

''وعلیکم السلام، رات نیند آگئی تھی آپ کو نئے جگہ پر۔۔۔؟''شہر زاد کا اپنائیت بھرا انداز رشیدہ کو اچھا لگا۔

''جی بی بی جی۔۔۔''

''آپ انکل صوفی سے کہہ دیں، میرا فریش جوس ایک گھنٹے تک ریڈی رکھیں، میں جوگنگ کر کے آ رہی ہوں۔''وہ دروازے کی طرف بڑھی۔

''بیٹا، دھند بہت ہے باہر، کیسے جائیں گی۔۔۔۔''رشیدہ مائی کے لہجے کی تشویش پر وہ مسکرائی۔

''ڈونٹ ووری، عادت ہے مجھے۔۔۔۔''وہ مسکرا کر پورچ میں نکل آئی۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی اسکی ہیڈ لائٹس آن کیں اور محتاط انداز میں ڈرائیونگ کرتی ہوئی وہ شالیمار کلب پہنچ گئی، جہاں آنا اسکا معمول تھا۔۔

صبح کے اس پہر وہاں اس کے جیسے ہی چند سر پھرے لوگ پہلے سے موجود تھے۔ شدید سرد موسم میں اپنے گرم بستروں سے نکل کر جوگنگ کے لیے آنا دیوانوں کا ہی کام تھا اور شہر زاد اس معاملے میں ان سے کم نہیں تھی۔۔۔

اس نے جیسے ہی جوگنگ ٹریک پر پہلا قدم رکھا، اسکے سیل فون کی مترنم گھنٹی گونج اٹھی۔ یہ مخصوص ٹون اس نے صرف ہم زاد کے نمبر پر سیٹ کر رکھی تھی۔ اس نے ہینڈ فری کانوں میں لگا کر سیل فون جیکٹ کی جیب میں رکھ لیا۔ وہ اب تیز تیز چل رہی تھی۔۔

''زرد پتوں کو اپنے پاؤں تلے روندنا اچھا لگتا ہے آپکو۔۔۔؟''ہم زاد کے معنی خیز انداز پر وہ ہلکا سا ہنسی۔۔۔

''جی بہت زیادہ۔۔۔''اس کے لہجے میں چھلکنے والی شوخی رومیصہ کی واپسی پر اسکے پر سکون ہونے کی گواہ تھی۔

''بہت ظالم ہیں آپ۔۔؟''اس نے شکوہ کیا۔۔۔

''صبح صبح یہ بتانے کے لیے فون کیا ہے آپ نے تو یہ بات دوپہر کو آرام اور سکون سے بھی بتائی جاسکتی تھی۔۔۔۔''جوگنگ ٹریک پر وہ احتیاط سے بھاگنے لگی کیونکہ دھند کی وجہ سے راستہ بالکل دیکھائی نہیں دے رہا تھا۔۔

''ذرا سوچیں محترمہ، کتنے خزاں رسیدہ زرد پتے، آپ کے پیروں کے نیچے آکر مسلیں جائیں گے۔۔۔''اس کا ایک ایک لفظ شرارت میں ڈوبا ہوا تھا۔

''آپ کو صبح صبح خزاں رسیدہ پتوں کا دکھ کیوں ستا رہا ہے۔۔؟''اس نے اپنی اسپیڈ تیز کی۔

''اس لیے کہ ان میں اور مجھ میں ایک چیز مشترک ہے۔۔۔''اس کا معنی خیز لہجہ شہر زاد کی سماعتوں سے ٹکرایا۔

''وہ کیسے۔۔۔؟''وہ ہلکا سا مسکرائی

''جب انہیں کوئی اپنے پیروں تلے مسلتا ہو گا تو سوچیں کیا قیامت گذرتی ہو گی ان پر۔۔۔''

''آپ پتوں کو چھوڑیں، اپنا حال بتائیں۔۔۔''وہ بھی غیر سنجیدہ تھی۔

''خزاں کے موسم میں زرد پتوں کے چٹخنے کی آواز سنو تو سمجھنا میرا دل بھی تمہارے قدموں تلے آکر روندا گیا۔۔''چلتے چلتے شہر زاد کے دل کی دھڑکن ایک لمحے کو تھمی۔زمین نے اس کے پیر جکڑ لیے، یہ تو طے تھا کہ اس شخص سے باتوں میں جتنا ناممکن تھا۔۔۔

اس نے بلا ارادہ زمین پر پھیلے سینکڑوں زرد پتوں کو دیکھا، اسے لمحے بھر کو یہی محسوس ہوا جیسے واقعی اسکا دل اسکے پیروں کے نیچے آکر روندا گیا ہو۔شہر زاد نے ایک لمبی سانس بھر کر سرد ہوا کو اپنے پھیپھڑوں میں منتقل کیا۔۔

''پھر صاف صاف کہیں ناں، اس موسم میں جوگنگ کرنا چھوڑ دوں میں۔''وہ جل کر بولی اور ہم زاد کا قہقہہ اسکی سماعتوں میں گونجا۔۔

''ارے ہم کون ہوتے ہیں آپ کو، آپکے فیورٹ کام سے روکنے والے۔۔۔۔''

''یہ کام تو شاید آپ کو بھی بہت پسند تھا۔۔۔''شہر زاد کو اسکی کہی ہوئی اکثر باتیں یاد تھیں۔

''قسم لے لیں، اس وقت میں بھی کسی ٹریک کی خاک چھان رہا ہوں۔۔۔''اس کے لہجے کی سچائی پر شہر زاد کو یقین آ گیا۔۔۔

''اس ٹریک پر کیا ریڈ کارپٹ بچھا ہوا ہے، جو کسی اور کے دل کے چٹخنے کی آوازیں آپ کو نہیں آ رہیں۔۔۔''شہر زاد نے بھی اس پر بھرپور حملہ کیا اور وہ اس کی حاضر جوابی پر ایک دفعہ پھر قہقہہ لگا کر ہنسا۔۔۔

''آپ کہیں تو سہی کہ ان پتوں کے ساتھ آپکا دل ہے، ایک قدم بھی اٹھا جاؤں تو نام بدل دیجئے گا میرا۔۔۔۔''

''سوری میں چیزوں کو ان کے درست مقام پر ہی رکھتی ہوں۔۔''شہرزاد مسکرائی۔

''اچھا کرتی ہیں، مجھے بھی میری ہی اوقات میں رکھا ہوا ہے، چلیں پھر ملتے ہیں ایک بریک کے بعد۔۔۔''اس نے فون بند کر کے ہاتھ میں پکڑ لیا۔

وہ اسکی سوچوں میں گم گہری دھند میں لپٹے جوگنگ ٹریک پر تیزی سے بھاگتے ہوئے ایک شخص سے بُری طرح ٹکرائی۔جو مخالف سمت سے آ رہا تھا۔

''دھیان سے۔۔۔''اس شخص نے بے ساختہ تھام کر اسے گرنے سے بچایا۔ایک مانوس سے پرفیوم کی خوشبو چاروں طرف پھیلی۔۔۔

''اوہ۔۔۔آئی ایم سوری۔۔۔''شہرزاد ایکدم بوکھلا گئی۔

اس شخص کی گرم انگلیاں اس کے سرد ہاتھوں سے ٹکرائیں اور ہاتھ میں پکڑا سیل فون چھوٹ کر نم زمین پر جا گرا اور مٹی سے بھر گیا۔

''اوہ نو۔۔۔''اس نے فوراً مٹی سے بھرا سیل فون زمین سے اٹھا کر اپنے ٹراوزر کی جیب سے رگڑ کر صاف کیا اور اسکی طرف بڑھایا۔

''تھینک یو۔۔۔''شہرزاد نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

سرد موسم میں اس شخص نے آسمانی رنگ کے ٹریک سوٹ پر نیوی بلیو جیکٹ پہن رکھی تھی اور سرخ رنگ کے اونی مفلر سے سارا منہ ڈھانپ رکھا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ اس پر غور و فکر کرتی وہ شخص اسی دھند میں کسی چھلاوے کی طرح غائب ہو گیا۔۔۔

''کون تھا یہ۔۔۔''وہ اسکی شفاف شہد رنگ آنکھوں کی چمک پر الجھی۔۔

اسکے چہرے کے باقی نقوش وہ اونی مفلر میں چھپے ہونے کی وجہ سے نہیں دیکھ پائی تھی۔۔۔

لیکن کچھ تھا، جس نے اسے چونکا دیا تھا، اسکا شخص کا لمس بہت اپنائیت بھرا تھا۔۔۔

شہرزاد کو عجیب سا احساس ہوا۔۔۔وہ جوگنگ ٹریک کی سائیڈ پر رکھے سنگ مرمر کے بینچ پر بیٹھ گئی۔اس کی دل کی دھڑکن ایکدم ہی بے قابو ہوئی، اس کے ہاتھ میں پکڑے سیل فون پر اب ہم زاد کا نمبر بلنک کر رہا تھا۔اس نے سرد ہاتھوں کے ساتھ کال اٹینڈ کی۔۔۔

''خوشبو اچھی لگاتی ہیں آپ۔۔۔''اس کا شوخی سے بھرپور لہجہ شہرزاد کی دھڑکنیں منجمند کر گیا۔

''لڑکیوں کو ایسی ہی دھیمی اور مسحور کن خوشبو کا استعمال کرنا چاہیے جو وہی شخص محسوس کر سکے جو دل کے پاس ہو۔۔۔۔''

ہم زاد بول رہا تھا اور شہر زاد کی تو گویا قوت گویائی ہی سلب ہو کر رہ گئی، اسکے ذہن کے پردے پر دو شفاف شہد رنگ آنکھیں ابھریں۔۔

''یہ آپ تھے ناں، جو تھوڑی دیر پہلے مجھ سے ٹکرائے تھے۔۔''شہر زاد نے اپنا خشک حلق تر کرتے ہوئے پوچھا۔

''اب تو گلہ نہیں کریں گی کہ سامنے نہیں آیا میں۔۔۔''دھند کے اس پار ایک زور دار قہقہہ اسکی سماعتوں میں گونجا۔

''اتنے ہی بہادر تھے تو جم کر کھڑے ہوتے۔۔۔''شہر زاد ہلکا سا چڑ کر گویا ہوئی۔

''میں نہ صرف جم کر کھڑا ہوا، آپکو گرنے سے بچایا اور گندی مٹی سے بھرا سیل فون صاف کر کے آپکے سرد ہاتھوں میں بھی تھمایا، اب کیا جان لیں گی میری۔۔۔۔؟''وہ اب محض اسے چڑا رہا تھا۔

''کسی لڑکی کا سیل فون ٹشو پیپر کی بجائے ٹراؤزر کی جیب سے رگڑ کر صاف کرنا، بد تہذیبی ہے۔۔''شہر زاد کے طنزیہ لہجے پر وہ پھر ہنسا۔

''کچھ بھی کہیں لیکن مجھے معلوم ہے آپ اس سیل فون کی اسکرین اب کبھی صاف نہیں کریں گی۔۔۔''شوخی اس کے ایک ایک لفظ سے ٹپک رہی تھی۔

''کیوں۔۔۔''شہر زاد اب پارکنگ کی طرف بڑھنے لگی۔

''میرے ہاتھوں کا لمس ہے اس پر۔۔۔''

''ہاں فنگر پرنٹس بجھواتی ہوں نادرا کے آفس۔۔۔ دو منٹ میں سارا بائیو ڈیٹا نکل کر آجائے گا سامنے۔۔۔''شہر زاد کو اسکی ہنسی زہر لگ رہی تھی۔

''یہ بھی کر کے دیکھ لیں، پھر آپ کی کامیابی کو کسی اچھی جگہ پر کینڈل لائٹ ڈنر کے ساتھ سیلبریٹ کریں گے۔۔''وہ سراسر اسکا مذاق اڑا رہا تھا۔

شہر زاد نے چڑ کر سیل فون ہی پاورڈ آف کر دیا اور جیسے ہی وہ پارکنگ میں پہنچی، اس کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی، سامنے اس کی گاڑی کے بونٹ پر ایک گملا رکھا ہوا تھا جس پر لگے پودے پر چند پھول کھلے ہوئے تھے۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ یہ اسی کی شرارت ہے۔۔۔

☆☆☆☆☆☆

مونیکا کے پورے گھرانے کی نظریں وال کلاک پر جمی ہوئیں تھیں۔۔۔

جیسے جیسے کلاک کی سوئیاں گردش کر رہی تھیں انہیں اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، جارج اپنی میوزک اکیڈمی سے شام

پانچ بجے تک لوٹ آتا تھا اور اس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔۔

''دوبارہ کال ملاؤ اپنے باپ کو۔۔''مارتھا کا دل کسی کھائی میں ڈوبا۔

''نمبر ابھی بھی پاورڈ آف جا رہا ہے ان کا۔۔۔''مونیکا نے پریشانی سے جواب دیا۔

''خداوند ،رحم کر ہم پر ۔۔۔''مارتھا گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بمشکل کھڑی ہوئیں،ان کے تینوں بچوں کے چہروں پر تشویش،پریشانی اور فکر مندی کے تاثرات

نمایاں تھے،جارج کے چند گنے چنے دوست تھے اور مونیکا ان سب کے ہاں فون کر کے پوچھ چکی تھی۔

''انکل جوزف کو کال کر کے پوچھو مونیکا،ان کو یقیناً کچھ نہ کچھ پتا ہوگا۔۔'مونیکا کی چھوٹی بہن نے اسے مشورہ دیا۔

''ہاں ہاں ،فوراً ان کو کال کرو،وہ بھی تو انہی کی اکیڈمی میں نوکری کرتے ہیں۔۔۔''مارتھا دروازے کی طرف چلتے ہوئے پلٹیں۔

''لیکن میرے پاس نمبر نہیں ہے ان کا۔۔۔''مونیکا نے مایوسی سے جواب دیا۔

''تمہارے باپ کی ڈائری میں سارے نمبر لکھے ہوئے ہیں۔۔''مارتھا کی بات سنتے ہی اس نے فوراً سائیڈ میز پر رکھی ڈائری اٹھائی اور تھوڑی سی تلاش کے بعد اسے انکل جوزف کا نمبر مل گیا۔

جوزف سے سلام دعا کے بعد ملنے والی اگلی اطلاع پر مونیکا کا سانس اوپر کا اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔۔۔

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں انکل ۔۔۔''مونیکا کے حلق سے پھنسی پھنسی سی آواز نکلی،مارتھا اور اسکی چھوٹی بہن لپک کر اسکے پاس آکر کھڑی ہوگئیں،اور ہاتھ کے

اشاروں سے اس سے پوچھنے لگیں۔

''چلیں ٹھیک ہے،آپ پلیز ان کے جاننے والوں سے پوچھ کر ضرور بتایئے گا،ہم لوگ پریشان ہو رہے ہیں۔۔''مونیکا نے فون بند کیا۔

''کیا کہا انکل جوزف نے۔۔۔؟؟؟''اس کی بہن نے بے تابی سے پوچھا۔

''پاپا،آج اکیڈمی گئے ہی نہیں۔۔۔''مونیکا نے ماں اور بہن سے نظریں چرا کر وال کلاک کی طرف دیکھا،جس پر اب گیارہ کا ٹائم ہو رہا تھا۔

''یہ کیسے ممکن ہے،وہ خود بتا کر گئے تھے مجھے۔۔۔''اسکی ماں کی پریشانی بڑھی۔

''آپ سے کہیں اور جانے کا ذکر تو نہیں کیا تھا انہوں نے۔۔۔؟''مونیکا نے پریشانی سے پوچھا۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

''ہرگز نہیں۔۔۔''انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔

''پھر کہاں جاسکتے ہیں اور نمبر بھی کیوں بند کر رکھا ہے آخر۔۔۔؟''ان کی چھوٹی بیٹی اٹھ کر پریشانی سے ٹہلنے لگی۔

''خداوند ہی جانتا ہے۔۔۔''اسکی ماں نے پریشانی سے اپنی تینوں بچوں کو دیکھا، اسکا سب سے چھوٹا بیٹا ابھی صرف تیرہ چودہ سال کا تھا اور وہ رات کے اس پہر اسے بھی باپ کی تلاش میں گھر سے باہر بھیجنے کا رسک نہیں لے سکتیں تھیں۔

جیسے جیسے وقت گذر رہا تھا، ان چاروں کے دل میں طرح طرح کے وہم اور اندیشے سر اٹھا رہے تھے۔ پونے بارہ بجے کے قریب مونیکا نے فیصلہ کن انداز میں اپنی چادر اٹھائی، اسکی ماں اور بہن نے سوالیہ نظروں سے اسکی طرف دیکھا۔

''میں دلاور کو لے کر جا رہی ہوں پولیس اسٹیشن۔۔۔''اس نے اپنے چھوٹے بھائی کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔

''دماغ ٹھیک ہے تمہارا، رات کے اس وقت اکیلی جاؤ گی تم وہ بھی پولیس اسٹیشن۔۔۔''مارتھا کا مزاج برہم ہوا۔

''ماں ہم گھر میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتے۔۔۔''وہ جھنجھلا سی گئی۔۔۔

''آپی ٹھیک کہتی ہیں، ہمیں پاپا کی گمشدگی کی رپورٹ لکھوانی چاہیے۔۔۔''اسکا بھائی ایکدم ہی بڑا بن کر بولا تو اسکی ماں کو چپ لگ گئی۔

''لیکن اس سے پہلے ہمیں نشتر ہوسپٹل کی ایمرجنسی وغیرہ چیک کر لینی چاہیے۔''مونیکا کی بہن نے نظریں چرا کر دھیمے انداز میں مشورہ دیا۔ اسی لمحے گھر کی

بیل بجی اور ان چاروں کے چہروں پر زندگی دوڑ گئی۔

''لگتا ہے پاپا آگئے۔۔۔۔''دلاور لپک کر گیٹ کی طرف دوڑا۔

''دروازہ پوچھ کر کھولنا بیٹا۔۔۔''اسکی ماں نے پیچھے سے آواز لگائی اور وہ دونوں بہنیں بھی بے تابی سے اٹھیں۔ جیسے ہی وہ باہر نکلیں، سامنے جارج تھکے تھکے انداز میں اپنے بیٹے دلاور کے ساتھ اندر آ رہا تھا۔ اسکے کندھے جھکے ہوئے اور چہرے پر تھکاوٹ کے تاثرات نمایاں تھے۔

''کہاں چلے گئے تھے آپ۔۔۔؟ کچھ احساس ہے کہ ہم لوگ کتنا پریشان ہو رہے تھے۔۔۔''مارتھا ایکدم ہی ان پر برس پڑیں، مونیکا نے ماں کا ہاتھ دبا کر

انہیں تھوڑا کول ڈاؤن ہونے کا اشارہ کیا، لیکن مارتھا غصّے میں دوسروں کی ذرا کم ہی سنتی تھیں۔

''بیٹا، ایک گلاس پانی کا لاؤ۔۔۔''انہوں نے اپنی عینک اتار کر سائیڈ میز پر رکھی، مونیکا نے دیکھا ان کے جوتے خاصے گرد آلود تھے۔

''یہ لیں پاپا۔۔۔''مونیکا بھاگ کر پانی کا گلاس لے آئی جسے وہ ایک ہی سانس میں سارے کا سارا پی گئے۔

ان کے تینوں بچے اور بیوی بہت غور سے ان کے چہرے کے تاثرات سے معاملے کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن جارج نے بھی شاید کچھ نہ بولنے کی قسم کھا رکھی تھی۔۔۔

''آخر کہاں چلے گئے تھے آپ، کچھ پتا بھی تو چلے۔۔۔''مارتھا نے اپنے شوہر کے تاثرات کو دیکھ کر اب کی بار دانستہ نرمی سے پوچھا۔

''لائیٹ بند کر دو، مجھے نیند آ رہی ہے، صبح بات کریں گے۔۔۔''ان کا انداز خاصا پر اسرار تھا۔

''کمال کرتے ہیں آپ، ہمیں ٹینشن ہو رہی ہے، کچھ تو بتائیں۔۔۔''وہ جھنجھلائیں۔

''مونیکا بیٹا، لائیٹ بند کر دو۔۔۔''ان کے لہجے میں کوئی لچک نہیں تھی۔

وہ سب کی نیندیں اڑا کر خود رخ موڑ کر لیٹ گئے اور کمبل اوپر تک تان لیا، جو اس بات کا اشارہ تھا کہ وہ سونے کا تہیہ کر چکے ہیں، مارتھا نے جھنجھلا کر اپنی دونوں بیٹیوں کی طرف دیکھا، لیکن دونوں نے ہی انہیں آنکھوں ہی آنکھوں میں چپ رہنے کا ایک التجائیہ سا اشارہ کیا جو خلاف توقع مارتھا نے مان لیا تھا لیکن ان کی اپنی آنکھوں کی نیند اڑ چکی تھی۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆

تجمل حسین کرپشن کیس وہ جیت چکی تھی۔۔۔

وہ بڑے پر وقار انداز میں اپنے ساتھی وکلاء کے ساتھ کمرہ عدالت سے باہر نکلی۔

الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے بہت سے نمائندوں نے اسے ایک ساتھ گھیر لیا تھا، وہ اپنے ازلی پر سکون انداز میں ان کے سوالات کے فردا فردا جوابات دینے میں کامیاب ہو چکی تھی۔ تجمل حسین حکومت وقت میں تھا، اور ان کے محکمے کی کرپشن نے پورے ملک کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ وہ آجکل جن چند کیسز پر کام کر رہی تھی، یہ ان میں سے ایک تھا۔

یہ اسکی پروفیشنل زندگی کا پہلا کامیاب کیس تھا جو اس نے مسز قریشی کی بھی مدد کے بغیر لڑا تھا۔

''ویل ڈن شیری۔۔۔کیپ اٹ اپ۔۔۔''سب سے پہلی کال اسے مسز قریشی کی وصول ہوئی جو اس وقت خاصی خوش دیکھائی دے رہی تھیں۔

''تھینک یو میم۔۔۔''شہر زاد نے چند منٹ ان سے بات کر کے فون بند کر دیا۔

''مجھے صبح ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ آج آپ کے آگے کوئی نہیں ٹھہر سکے گا۔۔۔اگلی کال ارتضی حیدر کی تھی جو آج اسے کمرہ عدالت تک چھوڑنے آیا تھا۔

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایتُ اللّٰہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللّٰہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دستر خوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

''تھینک یو ارتضی، آپکی بھرپور اسپورٹ کے بغیر یہ ممکن نہیں تھا۔۔۔''

''آپ بہت آگے جائیں گی شیری۔۔۔''

''تھینکس ارتضی، میں پھر بات کروں گی، بیچ میں مام کی کال آرہی ہے۔۔۔''

شہر زاد نے ارتضی حیدر کی کال ڈراپ کر کے ٹینا بیگم کو لائن پر لیا جو اس وقت خاصے خوشگوار موڈ میں تھیں۔

''شیری تم نے تو کمال کر دیا، سارے چینلز پر صرف تمہارا ہی چہرہ دیکھائی دے رہا ہے، سیف الرحمن نے بھی مجھے کہا ،ناکوں چنے چبوا دیئے ہیں شیری نے تجمل حسین کے وکیل کو، اور پتا ہے میں نے کیا جواب دیا۔'' وہ ایک پل کو رکیں۔۔ ''میں نے کہا سیف الرحمن، آخر شیری بیٹی کس کی ہے۔'' ان کے لہجے میں چھپا فخر محسوس کر کے وہ بے ساختہ مسکرا دی۔

''اوکے مام، شام میں گھر پر ڈیٹیل سے بات کریں گے، ابھی مجھے مسز قریشی کے چیمبر جانا ہے وہاں ایک چھوٹی سی پارٹی ہے ۔۔۔''

''اوکے جانی، ٹیک کیئر۔۔۔۔'

شہر زاد نے جیسے ہی فون بند کر کے گاڑی کی سیٹ سے ٹیک لگائی، اسے ہم زاد یاد آ گیا، اس تمام عرصے میں اس کی طرف سے ایک سنگل میسج تک اسے موصول نہیں ہوا تھا اور وہ جو ہمیشہ اس کے سامنے ایک ہی قول دہراتا تھا کہ محنت اتنی خاموشی سے کرو کہ تمہاری کامیابی شور مچا دے۔ اب جبکہ اس کی کامیابی نے ہر طرف شور مچا رکھا تھا، وہی شخص چپ کر کے بیٹھ گیا تھا اور اسکی یہ خاموشی آج سے پہلے شہر زاد کو کبھی اتنی بُری نہیں لگی تھی۔

''آخر سمجھتا کیا ہے خود کو، میں اس کی مبارک باد کے لیے مری جا رہی ہوں۔۔''

''ہونہہ۔۔۔ کال کرے گا بھی تو میں خود سے اس کیس کا تذکرہ نہیں کروں گی۔۔۔۔'' وہ دل ہی دل میں کئی ارادے باندھ رہی تھی۔

''میم، آفس آ گیا ہے۔۔'' وہ جو اپنی سوچوں میں الجھی ہوئی تھی، ڈرائیور کی آواز اسے حقیقت کی دنیا میں لے آئی، وہ ہلکی سی خفت کا شکار ہوئی۔

وہ آفس پہنچی تو مسز قریشی کے دفتر میں ایک چھوٹی سی سرپرائز پارٹی اس کی منتظر تھی، شہر زاد کا دل محبت اور تشکر کے گہرے احساس سے بھر گیا، وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کی کامیابی کو اتنے کھلے دل سے سراہا جائے گا۔

''مجھے یقین ہے تم بہت آگے جاؤ گی شیری۔۔۔۔'' مسز قریشی نے بے ساختہ اسے گلے سے لگا کر محبت سے پیش گوئی کی۔

''تھینک یو میم۔ آپ کی اسپورٹ چاہیے۔۔۔''

''ہادی نے بھی بیسٹ وشز کا میسج بھجوایا ہے تمہارے لیے۔۔۔'' انہوں نے کیک کا ٹکڑا اسکی پلیٹ میں ڈالتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''میری طرف سے اسپیشل تھینکس کہہ دیجئے گا انہیں۔۔۔'' شہر زاد نے مسکرا کر جواب دیا۔

''تم نے آج بڑے بڑوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے شیری۔۔۔۔'' بیرسٹر رضا نے ہنس کر لقمہ دیا۔

''نہیں سر، میری ایسی مجال کہاں۔۔۔'' انکساری تو اس پر ختم تھی۔

وہ اسکی زندگی کی ایک بہترین شام تھی جو اس کے کولیگز اور فرینڈز نے بہت خوبصورت بنا دی تھی، لیکن ان دلکش لمحات میں بھی وہ بار بار اپنا سیل فون اٹھا کر اس آس پر اٹھا کر دیکھتی کہ شاید اتنے ملے گلے میں میسج کی بپ سنائی نہ دی گئی ہو۔۔۔

ہو سکتا ہے کہ ہمزاد کی کال آئی ہو اور اسے پتا نہ چلا ہو۔۔۔ لیکن افسوس ایسا کچھ نہیں ہوا۔ اس کا ان باکس اسکے کولیگز اور فرینڈز کے مبارک باد کے پیغامات سے بھر گیا۔ بے شمار آنے والی کالز میں کوئی بھی نمبر اس شخص کا نہیں تھا۔

دو گھنٹے بعد اس خوبصورت پارٹی کا اختتام ہوا تو شہر زاد نے بھی اپنے تمام کولیگز کا باری باری شکریہ ادا کیا۔ وہ اب اچھا خاصا تھک چکی تھی، تبھی تو سبھی نے اسے اٹھنے کی اجازت دے دی تھی۔۔۔

''کیا ہوا گھر نہیں جاؤ گی کیا۔۔۔؟'' اسے اپنے آفس کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر ایڈوکیٹ علینہ نے حیرانگی سے دریافت کیا۔

''ایک دو ضروری فائلز لے کر جانی ہیں مجھے۔ وہی اٹھانے جا رہی ہوں۔۔۔'' وہ پھیکے سے انداز میں مسکرا کر اپنے آفس کی طرف بڑھی۔

اس نے جیسے ہی ہینڈل گھما کر اپہلا قدم رکھا، خوشبوؤں نے اسکا استقبال کیا، پورے کمرے میں ایک مسحور کن خوشبو نے اودھم مچا رکھا تھا، اس کی نظر اٹھی اور اسے خوشگوار حیرت کا ایک زوردار جھٹکا لگا، وہ منہ پر دونوں ہاتھ رکھے سخت بے یقینی اور حیرت سے اپنے آفس کو دیکھ رہی تھی۔

اس کا چھوٹا سا دفتر بے شمار پھولوں کے رنگ برنگے گلدستوں سے بھرا ہوا تھا، میز، کرسی، ریک، کیبنٹ ہر طرف بکے ہی بکے تھے۔ لگتا تھا کسی نے پوری ہی دکان خرید کر اس کے آفس میں سجادی تھی۔

''اوہ مائی گاڈ۔۔۔'' اس نے بے تابی سے ایک گلدستہ اٹھایا، اس پر لگے وش کارڈ پر ہمزاد نے اپنی رائٹنگ میں لکھا ہوا تھا۔

''میرے بس میں ہوتا تو آپ کی کامیابی پر میں پوری دنیا کے پھول اس ایک کمرے میں بھر دیتا۔۔۔''

شہر زاد نے عجلت بھرے انداز میں دوسرا بکے اٹھایا اس پر لگے وش کارڈ پر بھی تحریر تھا۔

''پھولوں کی اگر کوئی زبان ہوتی تو آج کے بعد آپ مجھ سے کبھی نہ پوچھتیں کہ میں آپ سے کتنی محبت کرتا ہوں۔۔''

شہر زاد کی تو گویا قوت گویائی ہی سلب ہو کر رہ گئی تھی، اس کی آنکھیں نہ جانے کیوں نم ہو گئیں، وہ باری باری مختلف بکے اٹھاتی اور اس پر لگے وش کارڈز پر لگے جملے پڑھتی اور انہیں اتار کر اپنے بیگ میں احتیاط سے رکھتی جاتی۔ اس کا دل و دماغ اب مزید کچھ بھی سوچنے سے قاصر تھا۔ ہم زاد کی محبت اور چاہت کا اس سے پہلے کبھی اتنا گہرا احساس نہیں ہوا تھا اسے، اور اسے لگتا تھا شاید وہ اب اس موضوع پر اس سے کبھی کوئی بات نہ کر سکے، اس نے اسے کچھ بھی کہنے کے قابل ہی کہاں چھوڑا تھا۔۔

☆☆☆☆☆☆

''تجمل حسین کے وکیل کے تو پرخچے اڑا دیئے اس دو ٹکے کی بیرسٹر نے۔۔۔''

میر حاکم ابھی ابھی میر محتشم کے ساتھ میر ہاؤس پہنچے تھے، اور انکی آمد کے ساتھ ہی پورے گھر میں کھلبلی مچ گئی۔ خواتین جو چھٹی کے روز ذرا سستی سے ہی اٹھتی تھیں، صبح سویرے ان دونوں کی آمد کے ساتھ ہی ہر طرف ایمر جنسی طاری ہو گئی۔

اس وقت سبھی خواتین کچن اور ڈائننگ روم کے چکر لگا رہی تھیں۔ میر حاکم علی کی موجودگی میں شارقہ بیگم اور ندرت بیگم بھی اپنے نمبر بنانے کے لیے خاصی متحرک ہو جاتیں، یہ الگ بات کہ تاجدار بیگم کے سامنے کسی کا بھی چراغ زیادہ دیر تک نہیں چل سکتا تھا۔ میر خاقان بھی خاموشی سے اپنے کمرے سے نکل کر ان کے پاس آکر بیٹھ گئے۔

''خیر بابا جان دو ٹکے کی بیرسٹر ہوتی تو بھلا تجمل حسین کا وکیل وقاص جنجوعہ اسے اپنے آگے ٹھہرنے دیتا۔۔۔'' میر محتشم نے دبے الفاظ میں اسے سراہا۔

''کچھ بھی ہے، ایک دفعہ تو لطف آگیا، خود کو کوئی چیز سمجھنے لگا تھا تجمل۔۔۔'' میر حاکم کا موڈ اپنے حریف کی شکست پر خاصا خوشگوار تھا۔

''رہی سہی کسر میڈیا نے پوری کر دی، سبھی نے اچھی طرح سے دھویا ہے اسے۔۔۔'' میر محتشم نے بھی تمسخرانہ انداز میں اپنا حصّہ ڈالا۔

''تجمل کو اب نا اہل ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا محتشم، لکھ لو تم یہ میری بات۔۔۔۔''

''وہ تو ٹھیک ہے بابا جان، لیکن اتنی اندر کی چیزیں اور ثبوت باہر نکلے کیسے۔۔۔'' میر خاقان نے پہلی دفعہ اس گفتگو میں حصّہ لیا۔

''جیسے تمہارے ٹمبر مافیا کیس میں نکلے تھے، شجاع غنی جیسی مولے کو شاہین بنا کر لا کھڑا کیا تھا اس بیرسٹر شیری نے۔'' میر حکم علی نے اپنا سگار سلگاتے ہوئے ساتھ میں اپنے بیٹے کو بھی سلگایا۔ ان کے طنزیہ لہجے پر وہ تو جیسے انگاروں پر جا کھڑے ہوئے۔۔۔

''لیکن نتیجہ کیا نکلا، آخر کیا بگاڑ لیا انہوں نے ہمارا۔۔۔'' خاقان علی نے بمشکل خود پر قابو پاتے ہوئے متحمل انداز میں کہا۔ ویسے بھی اپنے باپ کے سامنے ان کی کہاں چلتی تھی۔

''میری وجہ سے۔۔۔'' حاکم علی نے اپنا سینہ ٹھونک کر کہا۔''ورنہ وہ چھٹانک بھر لڑکی نے تو تم دونوں بھائیوں کو بھی ایک دفعہ تگنی کا ناچ نچا دیا تھا، بھول گئے یہ بات۔۔۔۔'' حاکم علی کا بے رحمانہ انداز میں کیا گیا تبصرہ سن کر خاقان علی دل ہی دل میں تلملا کر رہ گئے۔

''اب آپکے تجربے اور دانشمندی کا مقابلہ ہم تو نہیں کر سکتے باباجان۔۔'' میر محتشم نے خوشامدی انداز اپنایا جبکہ خاقان علی کا موڈ خراب ہو چکا تھا۔ وہ ابھی تک میر محتشم کی طرح اپنے باپ کی ہاں میں ہاں ملانے کا ہنر نہیں سیکھ سکے تھے، تبھی تو ان کے اپنے والد کے ساتھ تعلقات اکثر کشیدہ ہی رہتے اور اس بات کا احساس ان کو آجکل شدت سے ہونے لگا تھا۔۔

''باباجان ناشتہ لگواؤں۔۔۔'' تاجدار بیگم نے ہال کمرے میں جھانکا اور مسکرا کر پوچھا۔۔

''ہاں بھئی اور یہ بچے نظر نہیں آرہے کیا گھر میں کوئی کرفیو لگا رکھا ہے تم نے۔۔۔'' میر حاکم کے منہ سے یہ جملہ نکلنے کی دیر تھی، قسمت کا مارا شاہ میر وہاں گھومتا ہوا آن نکلا۔ اگر اسے ذرا برابر بھی یہ گمان ہوتا کہ باباجان اپنی کابینہ کے ساتھ وہاں براجمان ہیں، وہ چھٹی کا سارا دن کمرے میں گذار دیتا لیکن ہال کمرے کا رخ نہ کرتا۔ داجی کی عقابی نظریں شاہ میر پر پڑیں اور وہ جو وہاں سے کھسکنے کے چکر میں تھا رنگے ہاتھوں پکڑا گیا۔

''میاں تم ملک و قوم کی خدمت کے علاوہ کبھی آتے جاتے اپنے بزرگوں کا بھی حال احوال پوچھ لیا کرو۔۔'' داجی کے طنزیہ انداز پر شاہ میر سسپٹا گیا۔

''السلام علیکم داجی۔ آپ سے ہی ملنے آرہا تھا میں۔۔۔'' اس نے بوکھلا کر جھوٹ بولا۔

''بیٹا، خوامخواہ سے زحمت کی، مجھے بتا دیتے، میں خود حاضر ہو جاتا۔۔۔'' میر حاکم نے شاہ میر کی طبعیت صاف کی اسکی پیشانی پر لکیروں کا جالا گہرا ہوا۔

ڈائننگ روم میں تاجدار بیگم کے ساتھ ناشتہ لگاتی طوبیٰ نے یہ منظر دلچسپ نگاہوں سے دیکھا۔ وہ پردے کے بالکل پاس آکر کھڑی ہو گئی جہاں شاہ میر کے علاوہ کوئی بھی اسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ اس وقت سر جھکائے میر ہاؤس کے بڑوں کے سامنے بیٹھا تھا۔ جن کی موجودگی میں ویسے ہی سب دبے پاؤں چلتے اور سرگوشیوں میں بات کرتے تھے۔

''ابھی تک کیپٹن بن کر ہی خواری کاٹ رہے ہو میاں۔۔؟؟؟'' داجی کی اس دل جلاتی مسکراہٹ کا اسکے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

''ویسے محتشم کہنے کو تو تین تین بیٹے ہیں تمہارے لیکن کام کا صرف وہاج ہی نکلا۔۔میر حاکم نے حسب عادت لفظوں کے چابک کا بے دریغ استعمال کیا۔

''بس بابا جان۔۔۔''وہ شرمندگی سے بس اتنا ہی کہہ سکے۔

''برہان نے تو ماسٹری کر کے سارے خاندان کی ناک کٹوا دی اور اس پر مزید چار چاند لگا دیئے شاہ میر نے۔۔۔''میر حاکم علی نے بھی آج سب کا دل جلانے کی قسم کھا رکھی تھی۔

''میری مانو چھوڑو یہ ملک و قوم کی خدمت، سیاست میں آؤ، اپنے باپ دادا سے کچھ سیکھو اور اپنی زندگی بناؤ، اس دو ٹکے کی نوکری میں رکھا کیا ہے۔''حاکم صاحب کی اس بات پر شاہ میر کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا۔

وہ ایک لفظ بھی منہ سے بولے بغیر غصّے سے اٹھا اور لاؤنج سے نکل گیا، سب جانتے تھے کہ وہ اپنے ملک کی فورسز کے لیے کتنا حساس ہے اور اس نے اپنے بڑوں سے ٹکر لے کر آرمی کو جوائن کیا تھا۔

شاہ میر کی اس حرکت پر سبھی دم بخود رہ گئے، خود میر حاکم علی بھی ضبط کے کڑے مراحل سے گذرے، انہوں نے محض ملامتی نگاہوں سے میر محتشم کو گھورا۔ جو اپنے بیٹے کی اس حرکت پر ڈھیروں خفت کا شکار دیکھائی دے رہے تھے۔ تاجدار بیگم بھی گھبرا کر ہال کمرے میں نکل آئیں۔

''یہ تربیت کی ہے تم نے اس کی، سمجھتا کیا ہے یہ خود کو، بلاؤ اسے، معافی مانگے بابا جان سے۔۔''محتشم علی اپنے بیٹے کی اس حرکت پر آگ بگولہ ہوئے، اور سارا غصہ تاجدار بیگم پر اتار دیا۔۔

''طبعیت ٹھیک نہیں ہے اسکی۔۔۔''تاجدار بیگم نے پریشانی سے بہانہ گھڑا۔

''طبعیت تو اسکی میں سیٹ کرتا ہوں۔۔''میر محتشم لمبے لمبے ڈگ بڑھتے ہوئے اسکے کمرے کی طرف بڑھے۔

میر خاقان نے طنزیہ نگاہوں سے اپنی بڑی بھابی تاجدار بیگم کی طرف دیکھا جو ہراساں نگاہوں سے شاہ میر کے کمرے کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ حاکم علی بظاہر خاموش تھے لیکن ان کے چہرے پر پھیلا غیر فطری پتھریلا پن ظاہر کر رہا تھا کہ وہ اس وقت کس قیامت سے گذر رہے ہیں، ان کی تو آج تک کسی اولاد نے بھی ان کے سامنے سر اٹھا کر بات کرنے کی جرائت نہیں کی تھی اور کہاں ان کا پوتا احتجاجا ان کے سامنے واک آؤٹ کر گیا۔

شاہ میر تو کافی سالوں سے ان کی آنکھوں میں کھٹک رہا تھا، اس نے بھی تو باپ دادا کی بے پناہ مخالفت کے باوجود پاک آرمی جوائن کر کے اپنے اوپر''باغی''ہونے کا ٹھپہ لگوا لیا تھا لیکن اپنی خواہش سے دستبردار نہیں ہوا۔۔۔

''بے غیرت، گھٹیا انسان باہر نکلو۔۔''محتشم علی اسے بازو سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے باہر لائے۔''یہی سیکھایا گیا ہے تمہاری

ٹریننگ میں تمہیں۔۔''محتشم علی بلند آواز میں چیخے۔ سبھی خواتین گھبرا کر ہال کمرے میں آ کھڑی ہوئیں۔

درشہوار نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر خوفزدہ انداز سے یہ منظر دیکھا اور طوبیٰ کی تو باقاعدہ ٹانگیں کانپ رہی تھیں،وہ دیوار کا سہارا لیے کھڑی تھی جبکہ انابیہ کا تو رنگ ہی فق ہو گیا تھا وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے سامنے کا منظر دیکھ رہی تھی۔۔

''اب تم اپنے بزرگوں کے ساتھ بدتمیزی کرو گے بے غیرت انسان۔۔۔''محتشم صاحب کے منہ سے بس جھاگ نکلنے کی کسر رہ گئی تھی۔

''کچھ پتا بھی تو چلے،میں نے کیا کیا ہے۔۔۔''۔شاہ میر باپ کی مضبوط گرفت سے اپنا بازو چھڑانے کی جدوجہد میں حلق پھاڑ کر چیخا۔

''بکواس بند کرو،جا کر معافی مانگو باباجان سے۔۔۔''محتشم علی کا سفاک لہجہ طوبیٰ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ پیدا کر گیا۔

''کس چیز کی معافی۔۔۔۔؟شاہ میر کی آنکھوں سے بغاوت چھلکی۔

''آخر میں نے کیا گستاخی کی ہے۔۔؟''شاہ میر نے طیش سے مغلوب آواز میں کہا۔

''بکواس کرتے ہو تم بڑوں کے سامنے،اور پھر پوچھتے ہو تم نے کیا،کیا ہے۔۔۔''محتشم علی نے غصّے کی انتہاء کو چھوتے ہوئے گھما کر ایک زوردار تھپڑ اپنے بیٹے کے منہ پر دے مارا۔ سبھی نے سانس روک کر یہ منظر دیکھا۔درشہوار بھاگ کر برہان کو بلا لائی جو خود بھی یہ سین دیکھ کر بوکھلا گئے تھے۔۔

''بدبخت انسان باپ دادا کو آنکھیں دیکھاتے ہو،آخر تمہاری اوقات ہی کیا ہے۔''محتشم علی غضب ناک لہجے میں دھاڑے ،برہان اور ارسل دونوں ان کے دائیں بائیں آ کر کھڑے ہو گئے۔۔

''باباجان پلیز کول ڈاؤن۔۔۔''برہان نے مداخلت کی،جو اسے بھی مہنگی پڑی۔

''تم چپ رہو،تم کون سا کسی سے کم ہو،ٹکے ٹکے کی نوکریاں کر کے میر خاندان کے آباؤ اجداد کا نام روشن کر رہے ہو۔'' انہوں نے برہان کو بھی ایک دم جھاڑ دیا اوران کا چہرہ متغیر ہوا۔ارسل نے برہان کے بازو پر ہاتھ رکھ کر انہیں خاموش دلاسہ دیا۔

''بابا یہ اچھا نہیں کر رہے آپ۔۔۔''شاہ میر نے انگلی اٹھا کر کہا۔اس کے رویئے میں دُور دُور تک کوئی بھی لچک نہیں تھی اور یہی بات اس کے باپ کا فشار خون بلند کرنے کا سبب بن رہی تھی۔

''اب تم مجھے اچھے بُرے کی تمیز بتاؤ گے۔۔۔۔''میر محتشم علی کی آواز اس وقت ایک دبی دبی سی غراہٹ سے مشابہہ ہوئی۔

''شاہ میر بیٹا،جا کر اپنے داجی سے معافی مانگو۔۔جاؤ میرا بیٹا۔۔''تاجدار بیگم نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اس سے التجا کی۔

''جب میں نے کچھ کیا ہی نہیں تو معافی کس چیز کی مانگوں۔۔؟''شاہ میر نے ہونٹوں کو پھیلا کر استہزائیہ انداز سے پوچھا، اور محتشم علی اس باغیانہ انداز پر ایک دفعہ پھر مشتعل ہو کر اس کو مارنے کو لپکے لیکن اس دفعہ انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

''بس بابا جان بس۔۔۔''شاہ میر نے باپ کا ہاتھ درمیان میں ہی روک لیا۔

شاہ میر کی آہنی گرفت کی مضبوطی پر محتشم تھوڑا ڈھیلے پڑے، اتنا تو وہ بھی جانتے تھے کہ پاک آرمی کی ٹریننگ نے ان کے بیٹے کو جسمانی طور پر خاصا مضبوط بنا رکھا ہے تبھی تو وہ اچھا خاصا تھپڑ کھا کر بھی ایک انچ اپنی جگہ سے نہیں ہلا تھا۔

''شاہ میر، اپنے باپ کا ہاتھ چھوڑو۔۔''تاجدار بیگم خوفزدہ انداز میں بولیں تو شاہ میر نے جھٹکے سے باپ کا بازو چھوڑ دیا، وہ ہلکا سا لڑکھڑائے۔

''بھائی جان لحاظ کا رشتہ قائم رہے تو بہتر ہو گا، جوان اولاد اور وہ بھی بیٹوں سے پنگا لینا کوئی آسان کام نہیں۔۔''میر خاقان کے ہونٹوں پر ایک زہریلے تبسم نے کروٹ لی۔ انہیں پہلی دفعہ بیٹیوں کا باپ ہونے پر فخر ہوا تھا۔

''اسے کہو، ابھی اور اسی وقت میرے گھر سے نکلے، میں ساری زندگی اس بدبخت کی شکل نہیں دیکھوں گا۔''محتشم علی کا سارا لہو ان کے چہرے پر سمٹ آیا۔ ان کے اس اعلان پر تاجدار بیگم تڑپ کر آگے بڑھیں۔

'کیا ہو گیا ہے محتشم صاحب، بچہ ہے، میں سمجھا دوں گی۔۔۔''انہوں نے بوکھلا کر اپنے شوہر کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن محتشم صاحب اس وقت اپنے حواسوں میں ہی نہیں تھے۔

''یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے، تمہاری بے جا شہہ پر یہ سورما بن کر باپ دادا کے سامنے آ کھڑا ہوا ہے۔۔''ان کا تنفس مذید تیز ہوا۔''ایسا کرو تم بھی اسکے ساتھ ہی دفعان ہو جاؤ، میں نہ تمہاری اور نہ ہی تمہاری بدبخت اولاد کی منحوس شکل دیکھنا چاہتا ہوں۔۔''

تاجدار بیگم کی رنگت خطرناک حد تک سپید پڑ گئی۔ وہ کسی سنگی مجسمے کی طرح ساکت ہوئیں۔

شارقہ بیگم اور انکی سوتن ندرت بیگم کے دلوں میں ایک ساتھ کئی پھلجڑیاں پھوٹیں، یہ منظر دیکھنے کی انہیں بہت سالوں سے حسرت تھی۔ جو آج جا کر پوری ہوئی تھی لیکن میر حاکم علی نے ان کو کھل کر لطف اندوز ہونے کا موقع ہی نہیں دیا۔

''تاجدار کہیں نہیں جائے گی، جس نے جانا ہے وہ جائے یہاں سے۔۔۔''میر حاکم علی نے غضب ناک لہجے میں کمرے میں پھونکا اور لمبے لمبے ڈگ بڑھتے ہوئے ہال کمرے سے نکل گئے۔۔۔

شاہ میر نے اپنے اندر اٹھتی ناگواری کی لہر کو بڑی مشکل سے دبایا اور پاؤں پٹختا ہوا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا، ٹھیک دس منٹ کے بعد وہ اپنا بیگ لیے اندر سے نکلا اور کسی کی طرف بھی دیکھے بغیر میر ہاؤس سے باہر نکل گیا۔ ارسل نے بوکھلا کر اس کا تعاقب کیا۔

☆☆☆☆☆☆

''مجھے لگتا ہے، میر ہاؤس میں کوئی بڑا ہنگامہ ہوا ہے۔۔۔''

سڑک پر جمی ہوئی برف پر مضبوطی سے قدم جماتے ہوئے سعد نے ہادی کی معلومات میں اضافہ کرنے کی ناکام کوشش کی۔

وہ دونوں اس وقت سی ایم ایچ میں موجود اپنے ایک دوست کی عیادت کر کے واپس آ رہے تھے۔ مری میں برف باری کا سلسلہ تو کچھ دیر کے لیے رک چکا تھا، لیکن سردی کی شدت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی اور دوسرا سڑکوں پر پیدل چلنا بھی انتہائی مشکل تھا کیونکہ جگہ جگہ برف کے ڈھیر جمے ہوئے تھے۔

''خیر سے یہ وحی کب اتری آپ پر، کچھ روشنی ڈالنا پسند کریں گے۔۔۔''

ہادی نے طنزیہ انداز سے سعد کی طرف دیکھا، جس کی خواتین کی طرح ٹوہ لینے والی عادت ہادی کو اکثر ناگوار گزرتی تھی۔

''کچھ دیر پہلے ارسل کا کزن شاہ میر اپنا بیگ لیے غصّے سے نکلا تھا اور ارسل اسے روکتے ہوئے بار بار کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔'' سعد نے کچھ دیر پہلے کا دیکھا ہوا منظر بیان کیا۔

''تو اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ اندر کوئی جنگ پلاسی ہوئی ہو گی۔۔۔۔'' ہادی نے بیزاری سے سر جھٹکا۔

''بے وقوف انسان، کچھ نہ کچھ تو ہوا ہی ہو گا، جو اچھا خاصا نوجوان جس کی اسی علاقے میں پوسٹنگ ہو، وہ اپنا بوریا بستر سمیٹ کر اپنا گھر چھوڑ کر نکل آئے۔'' سعد نے اپنا ماہرانہ تجزیہ اس کے سامنے پیش کیا۔

اسی وقت میر ہاؤس سے ایک لینڈ کروزر نکلی، ڈرائیونگ سیٹ پر میر خاقان علی کے ساتھ میر حاکم علی کو دیکھ کر ہادی نے بُرا سامنہ بنایا۔ وہ دونوں اب فٹ پاتھ پر چل رہے تھے۔ میر خاقان گاڑی میزائل کی طرح اڑاتے ہوئے لے کر جا رہے تھے۔۔۔

''یار کیا فٹ قسم کی لینڈ کروزر ہے، میرا تو دل آ گیا ہے اس پر۔۔۔'' سعد نے گاڑی کی طرف دیکھ کر چٹخارہ بھرا۔

''دھیان سے اس کے ٹائروں کے نیچے آ کر کچلا گیا تو اس موسم میں قبر کھودنی بھی مشکل ہو جائے گی۔۔۔'' ہادی نے ہنس کر کہا۔

''ویسے ایک بات ہے کہ میر حاکم علی کی پرسنالٹی ہے۔۔۔'' سعد کی بات پر ہادی نے بُرا سامنہ بنایا۔

''ان کو دیکھ کر پتا ہے پہلا خیال کیا آتا ہے میرے ذہن میں۔۔۔۔'' ہادی چلتے چلتے رکا۔

''کیا۔۔۔؟؟؟'' سعد نے بے تابی سے پوچھا۔

''یہی کہ شیطان کی مجسم شکل سو فیصد یہی ہونی چاہیے۔۔۔'' ہادی جل کر بولا اور اسکی اس بات پر سعد نے حلق پھاڑ قہقہ لگایا۔

''لو ایک اور فلمی سین دیکھ لو، اس محترمہ کو اس موسم میں بھی سکون نہیں۔۔۔'' ہادی کی نظر میر ہاؤس کے گیٹ پر پڑی۔۔

''یہ تو رو رہی ہے۔۔۔'' سعد بے چین ہوا، ہادی نے بھی غور سے دیکھا، وہ اپنے بازو کی پشت سے مسلسل بہتے ہوئے آنسو بیدردی سے صاف کر رہی تھی اور وہ انکی مخالف سمت میں چلنا شروع ہو گئی تھی اس لیے سعد اور ہادی کو اب اس کی صرف پشت دیکھائی دے رہی تھی، وہ ان سے چند فٹ کے فاصلے پر تھی۔

''پاگل ہو گئی ہو در شہوار، اس وقت جاؤ گی میس، گولی مار دے گا میرو تمہیں۔۔'' ارسل اس کے ساتھ چلتے چلتے مسلسل اسے کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا اور اس نے بھی شاید نہ سمجھنے کی قسم کھا رکھی تھی۔

''تم میری بات سمجھ کیوں نہیں رہی ہو در شہوار۔۔'' ارسل نے اسکے ساتھ چلتے ہوئے غصّے سے اسکا بازو پکڑ کر اسے چلنے سے مذید روکا۔ وہ دونوں اب عین ہادی کے گھر کے گیٹ کے سامنے کھڑے بحث کر رہے تھے اور سعد اور ہادی کے پاس اندر داخل ہونے کا کوئی اور راستہ نہیں تھا اور وہ ان کی موجودگی سے ابھی تک بے خبر تھے۔۔۔

''مجھے بس بات کرنی ہے میرو بھیا سے، ان کو واپس لانا ہے۔۔۔'' وہ بات کرتے کرتے ایک دفعہ پھر رو دی۔

''میں فون پر بات کروا دیتا ہوں تمہاری۔۔۔'' ارسل نے نرم لہجے میں ایک نئی تجویز دی۔

''نہیں، میں خود جاؤں گی۔۔۔'' وہ بھی اپنی ہی ضد کی غلام تھی۔

''دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا، وہاں جا کر نیا تماشا کری ایٹ کرو گی۔۔۔ چلو واپس۔۔۔'' ارسل نے اس دفعہ قدرے سختی سے کہا اور در شہوار کا بازو پکڑ کر اسے واپس گھر کی طرف زبردستی لانے کے لیے مڑا تو ان دونوں کو سامنے دیکھ کر بے تحاشا خجالت کا شکار ہوا۔

در شہوار کا چہرہ آنسوؤں کی زیادتی سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ اس وقت کسی ذہنی خلفشار کا شکار لگ رہی تھی۔

''از ایوری تھنگ اوکے۔۔۔''؟ سعد نے ہلکا سا جھجک کر پوچھا۔

ہادی کی نظریں پہلی دفعہ شعوری طور پر در شہوار کی طرف اٹھیں، وہ اس وقت اپنا نچلا لب بیدردی سے کاٹ رہی تھی اور اسکا سارا وجود ہلکا ہلکا کانپ رہا تھا، ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کسی بڑے صدمے سے گذری ہو۔۔

''آپ لوگ اندر آ جائیں پلیز۔۔۔'' ہادی نے انسانی ہمدردی کے جذبے کے تحت کہا۔ در شہوار نے آنسوؤں سے لبا لب نظریں اٹھا کر ہادی کی طرف دیکھا، ان میں ہزاروں شکوے مچل رہے تھے، وہ بے اختیار نظریں چرا گیا، اور وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی اپنے گھر کی طرف بڑھ گئی۔

''سب ٹھیک ہے ناں۔۔۔؟'' سعد نے محتاط انداز میں پوچھا۔۔

عہدِ وفا

ایمان پریشے کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا مُنفرد ناول، مُحبت کی داستان جو معاشرے کے رواجوں تلے دب گئی، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

بُجھ نہ جائے دِل دیا

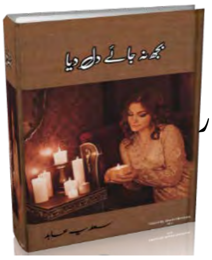

سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، مُحبت، نفرت، عداوت کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

قفس کے پنچھی

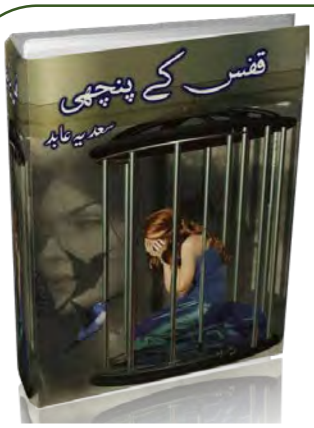

سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، علم و عرفان پبلشرز لاہور کے تعاون سے جلد، **کتابی شکل** میں جلوہ افروز ہو رہا ہے۔

آن لائن پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

جہنم کے سوداگر

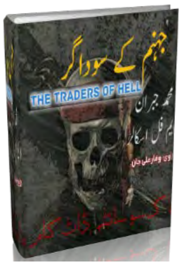

مُحمد جبران (ایم فِل) کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ایکشن ناول، پاکستان کی پہچان، دُنیا کی نمبر 1 ایجنسی آئی ایس آئی کے اسپیشل کمانڈو کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

شہیدِ وفا

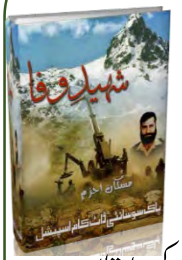

مُسکان احزم کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ناول، پاک فوج سے مُحبت کی داستان، دہشت گردوں کی بُزدلانہ کاروائیاں، آرمی کے شب و روز کی داستان پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

آپ بھی لکھئے:

کیا آپ رائٹر ہیں؟؟؟۔ آپ اپنی تحاریر پاک سوسائٹی ویب سائٹ پہ پبلش کروانا چاہتے ہیں؟؟؟

اگر آپکی تحریر ہمارے معیار پر پُورا اُتری تو ہم اُسکو عوام تک پہنچائیں گے۔ **مزید تفصیل کے لئے یہاں کلک کریں۔**

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام، پاکستان کی سب سے زیادہ وزٹ کی جانے والی کتابوں کی ویب سائٹ، پاکستان کی ٹاپ 800 ویب سائٹس میں شُمار ہوتی ہے۔

http://paksociety.com

''ہاں یار۔۔۔وہ بس۔۔۔''ارسل نے اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں سے اپنا ماتھا مسلتے ہوئے بمشکل اتنا ہی کہا۔۔

''اٹس اوکے، چلو ہماری طرف، ایک کپ کافی کا ہو جائے۔۔۔''سعد نے موضوع بدل کر اسکی مشکل آسان کی تو وہ پھیکے سے انداز میں مسکرا دیا۔۔

''نہیں یار، پھر سہی، ابھی گھر جانا ہے مجھے۔۔۔''وہ اچھا خاصا پریشان لگ رہا تھا۔

''شیور، وائے ناٹ۔۔۔''سعد نے تھوڑا سا ہٹ کر اسے جانے کا راستہ دیا، وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اپنے گھر کی طرف چل دیا اور سعد اور ہادی اپنے

گھر کا گیٹ کھول کر اندر داخل ہوئے۔۔۔مری کے موسم نے ایک دفعہ پھر پلٹا کھایا اور دیکھتے ہی دیکھتے روئی کے گالوں جیسی برف ایک دفعہ پھر زمین پر سفید رنگ کی چادر بچھانے لگی۔

☆☆☆☆☆☆

ایک بے نام سا اضطراب رومیصہ کے پورے وجود میں چٹکیاں بھر رہا تھا۔

اسے ٹینا ہاؤس میں واپس آئے ہوئے پورے چوبیں گھنٹے ہو چکے تھے اور ابھی تک ارسل نے اس سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا، وہ اسے اپنے گھر کا پی ٹی سی ایل نمبر دے کر آئی تھی اور اس تمام عرصے میں اسکا سیل فون کہیں کھو گیا تھا اور وہ ابھی تک نیا نمبر اور فون خرید نہیں سکی تھی۔۔

اس نے کچھ سوچ کر ٹینا بیگم کا نمبر ملایا، جو تیسری ہی بیل پر اٹھا لیا گیا تھا۔''ہاں رومی، بولو۔۔''ٹینا بیگم کو اندازہ تھا کہ اس نمبر سے اس وقت رومیصہ ہی انہیں کال کر سکتی ہے۔

''مام پلیز، آپ نے میرا نیا سیل فون اور سم کارڈ لیا۔۔''اس کی بے چینی پر وہ مسکرائیں۔

''ہاں ڈارلنگ۔۔۔میری گاڑی میں رکھا ہے۔۔۔''

''تو کب آئیں گی آپ واپس۔۔۔''

''بس راستے میں ہوں۔ تم نے کھانا کھایا۔۔''

''جی۔۔۔''اس نے بیزاری سے کہہ کر فون بند کر دیا۔

رومیصہ نے کچھ سوچ کر ارسل کا نمبر ڈائل کیا جو اسے ازبر تھا۔ اس کی کال پہلی ہی بیل پر کاٹ دی گئی، رومیصہ کے دل پر گھونسہ سا پڑا۔ اس نے کچھ سوچ کر دوبارہ اس کا نمبر ملایا جو اس دفعہ اٹینڈ کر لیا گیا تھا۔

''ارسل کہاں ہو، رومیصہ بات کر رہی ہوں۔۔''وہ بے تابی سے گویا ہوئی۔

''آئی ایم سوری یار، میں اس وقت کسی اہم مسئلے میں الجھا ہوا ہوں، رات کو اسی نمبر پر بیک کال کروں گا۔۔''ارسل نے مزید اس کی کوئی بھی بات سنے بغیر کال کاٹ دی، جس سے اسے ایک دفعہ پھر دھچکہ سا پہنچا۔۔

رومیصہ نے بیزاری سے کارڈلیس فون کاؤچ پر پھینکا اور لاونج میں ٹہلنے لگی، ٹھیک پانچ منٹ کے بعد لاؤنج کا دروازہ کھلا اور شہر زاد کا مسکراتا ہوا چہرہ بر آمد ہوا۔ بلیک جینز پر وہ ریڈ کلر کا بڑا اسمارٹ سا سویٹر پہنے ہوئے خاصی اسٹائلش لگ رہی تھی۔

''ہائے رومی، ہاؤ آر یو۔۔۔''شہر زاد نے آگے بڑھ کر بے ساختہ اس کے گالوں پر پیار کیا۔

''فائن۔۔''رومی کا دل اس وقت فسردگی کے گہرے اثرات کے زیر تحت تھا لیکن وہ پھر بھی زبردستی مسکرا دی۔ اچانک اسکی نظر شہر زاد کے پیچھے کھڑے ایک ہینڈسم سے نوجوان پر پڑی، جو پولیس یونیفارم میں تھا۔

''ارتضی یہ ہے میری کیوٹ سی سسٹر رومیصہ۔۔''شہر زاد نے تعارف کی رسم نبھاتے ہوئے اس شخص کو مخاطب کیا۔

''ہائے رومیصہ، کیسی ہیں آپ۔۔۔''

ارتضی حیدر نے دوستانہ انداز میں اپنا ہاتھ اسکی طرف بڑھایا۔ رومی نے ہلکا سا ہاتھ چھو کر سوالیہ نگاہوں سے شیری کی طرف دیکھا۔ ارتضی حیدر کے ساتھ یہ اسکی پہلی باضابطہ ملاقات تھی۔

''یہ ارتضی حیدر ہیں، میرے بہت اچھے دوست۔۔۔''شہر زاد نے مسکرا کر اس کے ان کہے سوال کا جواب دیا۔''تمہارا روحیل والا کیس یہی فالو کر رہے ہیں، یہ تم سے کچھ سوالات پوچھنا چاہتے ہیں۔''

''کیسے سوال۔۔۔''رومیصہ تھوڑی سی خوفزدہ ہوئی تو دونوں نے چونک کر اسکی طرف دیکھا۔

''ارے آپ کیوں ڈرا رہی ہیں انہیں۔ میں ایسا کچھ نہیں کرنے والا۔۔۔۔''ارتضی نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی۔۔

''رومی، میری بہن ہے، ڈرتی نہیں بلکہ لوگوں کو ڈراتی ہے۔۔''شہر زاد نے مسکرا کر اسکی طرف دیکھا اور مزید گویا ہوئی۔۔''رومی تم ارتضی کو کمپنی دو میں اپنے ایک دو ڈاکومنٹس لے کر آتی ہوں ابھی۔

شہر زاد دانستہ اسے ارتضی کے پاس چھوڑ کر اپنے کمرے میں آگئی، وہ چاہتی تھی کہ ارتضی اس سے بے تکلف انداز میں ساری باتیں پوچھ سکے جو اس کے کیس میں آئندہ اس کے کام آسکتی تھیں۔

اپنے کمرے میں آکر وہ بڑے سکون سے فریش ہوئی، بالوں میں برش کر کے اس نے ایک دو ڈاکومنٹس اپنے لیپ ٹاپ سے یو ایس بی میں کاپی کیے اور تقریباً بیس پچیس منٹ کے بعد وہ لاؤنج میں آئی تو ارتضی اکیلا بیٹھا ہوا پر سکون انداز میں چائے پی رہا تھا۔

''ارے، رومی کہاں گئی۔۔؟''وہ حیران ہوئی۔

''اس کی کوئی کال آگئی تھی، ابھی گئی ہے یہاں سے۔۔''اس نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

''کال۔۔۔؟ کہاں پر۔۔۔؟ اس کے پاس تو ابھی سیل فون ہی نہیں۔۔۔۔'' وہ چونکی تو ارتضی بھی تھوڑا سنبھل کر بیٹھ گیا۔

''پی ٹی سی ایل پر۔۔۔''

''اوہ اچھا۔۔۔ یہ بتائیں کہ کیا نتیجہ نکلا ساری گفت و شنید کا۔۔؟'' شہرزاد نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔

''آپ کو شاید اچھا نہ لگے۔۔۔۔'' وہ محتاط انداز میں گویا ہوا۔

''مطلب۔۔۔۔؟'' وہ الجھ گئی۔۔۔۔

''رومیصہ بہت سی باتوں میں جھوٹ بول رہی ہے۔۔۔ ارتضی کی بات پر شہرزاد کو شاک لگا۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔

''ایسا لگتا ہے جیسے وہ اس اغواء کے کیس میں کسی کو دانستہ طور پر بچانا چاہتی ہے۔۔۔'' ارتضی کے منہ سے نکلنے والی اس بات نے شہرزاد کے چھکے چھڑا دیئے تھے اور اسے لگا جیسے کسی نے اس کی قوت گویائی سلب کر لی ہو۔ اس کے دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باقی آئندہ

آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔۔